جلد ۲۹ | ۱۴ امان ۱۳۲۰ ہش | ۱۵ صفر ۱۳۶۰ ہجری | ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء | نمبر ۵۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ

روحانیت کی ترقی کے لئے اخلاق فاضلہ کا حصول نہایت ضروری ہے

تحریک جدید کے کارکنوں اور خدام الاحمدیہ کو چاہئے کہ بچوں اور نوجوانوں میں اسلامی اخلاق پیدا کریں

از حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ

فرمودہ ۲۸ - ماہ تبلیغ ۱۳۲۰ ہش مطابق ۲۸ فروری ۱۹۴۱ء

(مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل)

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا

دُنیا میں ہر ایک چیز کا ایک ظاہر ہوتا ہے۔ اور ایک باطن ہوتا ہے۔ ظاہر اپنی جگہ پر ایک ضروری چیز ہے۔ اور باطن اپنی جگہ پر ایک ضروری چیز ہے۔ اور ان دونوں کی اہمیت ایسی ہی ہے۔ جیسے انسان کے لئے

جسم اور رُوح

دونوں کا وجود نہایت اہم ہوتا ہے۔ روح بغیر کسی جسم کے خواہ وُہ کتنا ہی لطیف کیوں نہ ہو۔ کوئی کام نہیں کر سکتی۔ اور جسم بغیر کسی رُوح کے کوئی اختیاری فائدہ نہیں پہونچا سکتا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ کہ کسی قسم کا بھی فائدہ نہیں پہونچا سکتا۔ کیونکہ جس قسم کے فوائد کسی جسم میں پائے جاتے ہیں۔ وہی اس کی رُوح بھی کہلائیں گے مثلاً پاخانہ ایک فضلہ ہے۔ جو پھینک دیا جاتا ہے مگر فضلہ میں بھی ایک رُوح موجود ہوتی ہے اور وُہ رُوح

زمین کی قوتِ پرورش کو بڑھانے کی طاقت

ہے۔ جو اُس میں پائی جاتی ہے۔ پس وُہ خالی جسم نہیں۔ بلکہ اس میں رُوح بھی ہے ہاں اگر کھاد بلحاظ کھاد کے مر چکی ہو یعنی وُہ ایسے رنگ میں خراب ہو چکی ہو۔ کہ وُہ کھاد کا کام بھی نہ دے سکے۔ تو وُہ بے شک جسم بے رُوح کہلائے گی۔ ورنہ ہر رُوح جسم کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے۔ یہاں تک کہ جب لوگ خواب دیکھتے ہیں۔ تو اس وقت بھی صرف رُوح کوئی نظارہ نہیں دیکھتی بلکہ خواب میں اُس رُوح کو ایک نیا جسم مل جاتا ہے۔ اور رُوح اس جسم کے ساتھ مل کر کام کرتی ہے۔ مثلاً جب تم خواب میں دیکھتے ہو۔ کہ تم لاہور جا رہے ہو۔ یا خواب میں دیکھتے ہو۔ کہ تم ہوا میں اُڑ رہے ہو۔ یا خواب میں دیکھتے ہو۔ کہ تم دریا میں تیر رہے ہو۔ یا خواب میں دیکھتے ہو۔ کہ تم کسی دُور دراز کے سفر پر جا رہے ہو۔ یا خواب میں دیکھتے ہو۔ کہ تم کوئی چیز کھا رہے ہو۔ تو اس وقت تمہارا جسم چارپائی پر ہی ہوتا ہے۔ تم بے شک اپنے آپ کو دیکھتے ہو۔ کہ تم دریا میں تیر رہے ہو لیکن تمہارا جسم اُس وقت کسی دریا میں نہیں۔ بلکہ چارپائی پر ہوتا ہے۔ اسی طرح تم بے شک دیکھتے ہو۔ کہ تم سفر پر جا رہے ہو۔ لیکن تمہارا جسم چارپائی پر ہی پڑا ہوا ہوتا ہے۔ مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ جب تم خواب میں اپنے آپ کو تیرتے دیکھتے ہو۔ یا یہ دیکھتے ہو۔ کہ تم کہیں سفر پر جا رہے ہو تو تم خالی رُوح نہیں دیکھتے۔ بلکہ اپنے ساتھ اپنا ایک جسم بھی دیکھتے ہو۔ اسی طرح جب تم اپنے آپ کو ہوا میں اُڑتے دیکھتے ہو۔ تو اس وقت خالی رُوح نہیں ہوتی۔ بلکہ ایک جسم کو بھی تم اپنے ساتھ دیکھتے ہو۔ اسی طرح خواب میں جب تم کوئی چیز کھاتے ہو یا کوئی چیز پیتے ہو۔ یا کسی سے لڑتے ہُوئے اپنے آپ کو دیکھتے ہو۔ یا کسی سے صلح کرتے ہُوئے اپنے آپ کو دیکھتے ہو۔ یا کسی سے محبت کرتے ہُوئے اپنے آپ کو دیکھتے ہو۔ تو تم اپنا ایک جسم بھی محسُوس کرتے ہو۔ یہ نہیں ہوتا کہ صرف رُوح ہی ہو۔ اور جسم اس کے ساتھ کوئی نہ ہو؛

پس وُہ جسم ایک علیحدہ چیز ہوتا ہے۔ تمہارا ظاہری جسم نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ جسم تو اس وقت چارپائی پر پڑا ہوا ہوتا ہے۔ اور یہ بالکل ناممکن ہے۔ کہ ایک ہی جسم ایک وقت میں چارپائی پر بھی ہو۔ اور دریا میں بھی تیر رہا ہو۔ یا چارپائی پر بھی ہو۔ اور پہاڑ کی چوٹی پر بھی ہو۔ یا چارپائی پر بھی ہو۔ اور دُور دراز کا سفر بھی کر رہا ہو۔ یا چارپائی پر پڑا سو بھی رہا ہو۔ اور کسی سے لڑ جھگڑ بھی رہا ہو۔ یا ایک ہی وقت میں وُہ تندرست بھی ہو۔ اور بیمار بھی ہو۔ غرض وُہ ایک نیا جسم ہوتا ہے۔ جو رُوح کو ملتا ہے۔ کیونکہ رُوح بغیر جسم کے نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح

مرنے کے بعد ہر شخص کو ایک نیا جسم ملے گا

وہاں خالی رُوح نہیں ہوگی۔ بلکہ ایک جسم بھی اس کے ساتھ ہوگا۔ اور وہ جسم لطیف ہوگا۔ جیسے خواب میں انسان کو ایک لطیف جسم ملتا ہے۔ خواب کا جسم تو ایسا لطیف ہوتا ہے۔ کہ انسان تو یہ دیکھ رہا ہوتا ہے۔ کہ وہ ہزاروں کا مقابلہ کر رہا ہے۔ یا دریا میں تیر رہا ہے۔ یا پہاڑوں سے گزر رہا ہے۔ یا بڑے بڑے ہاتھیوں اور گھوڑوں کو وہ ایک چپت رسید کرتا ہے۔ اور وہ تمام اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ مگر اس کے پاس لیٹی ہوئی بیوی اور اس کے بچے ان نظاروں میں سے کوئی نظارہ بھی نہیں دیکھ رہے ہوتے۔ یہ تو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ کہ میں ہزاروں انسانوں کے ساتھ لڑ رہا ہوں اور وہ یہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ کہ اس کے ناک پر مکھی بھن بھن کر رہی ہے۔ اور یہ اسے اڑا بھی نہیں سکتا۔ وہ تو دیکھتا ہے۔ کہ میں سفر کر کے ہزاروں میل دور نکل گیا ہوں۔ اور یہ دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ کہ اس نے ایک کروٹ تک نہیں بدلی۔ پس وہ جسم جو انسان کو خواب میں ملتا ہے۔ ایک روحانی جسم ہوتا ہے۔ جسے وہ خود تو دیکھ رہا ہوتا ہے۔ مگر اس کے بیوی بچوں کو نظر نہیں آتا۔ کیونکہ انسان کی مادی آنکھیں صرف **کثیف جسم** دیکھنے کی طاقت رکھتی ہیں۔ اسی وجہ سے جن باتوں کو ایک خواب دیکھنے والا شخص اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھتا یا اپنے روحانی کانوں سے سنتا ہے۔ انہیں جسمانی آنکھیں نہیں دیکھتیں۔ اور نہ جسمانی کان ان باتوں کو سن سکتے ہیں۔ پس وہ ایک جسم تو ہوتا ہے۔ مگر اس جسم سے بہت اعلیٰ اور وہ ان آنکھوں سے نظر نہیں آ سکتا۔

پھر صرف خواب پر ہی منحصر نہیں۔ اس دنیا میں بھی اس قسم کی کئی چیزیں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً میں نے اس وقت عینک لگائی ہوئی ہے۔ اگر اس عینک کے شیشہ میں سے میں ایک سلائی گزاروں۔ تو وہ نہیں گزرے گی۔ مگر میری آنکھ کی بینائی اس میں سے گزر رہی ہے۔ اور مجھے پتہ بھی نہیں چلتا۔ کہ میری آنکھوں اور لوگوں کے درمیان کوئی چیز حائل ہے۔ پس باوجود اس کے کہ میری آنکھوں اور لوگوں کے درمیان ایک روک حائل ہے۔ اور ۱/۲ یا ۱/۱۲ انچ کا شیشہ آنکھ کے سامنے ہے میں سب کو دیکھ رہا ہوں۔ حالانکہ بظاہر چاہیئے یہ تھا کہ مجھے اس روک کی وجہ سے کچھ نظر نہ آتا۔ مگر حالت یہ ہے۔ کہ مجھے اس شیشہ کی وجہ سے بجائے کچھ نظر نہ آنے کے زیادہ نظر آ رہا ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ شیشے کا جسم کثیف نہیں۔ بلکہ وہ ایک شفاف جسم ہے۔ اور وہ میری بینائی کے رستہ میں روک نہیں۔ بلکہ بوجہ اس کے کہ اس کی ساخت اور اس کا شیشہ میری آنکھ کے مطابق ہے۔ وہ میری بینائی کو تیز کر رہا ہے۔

تو دنیا میں خدا تعالےٰ نے ایسی **مادی چیزیں** بھی رکھی ہوئی ہیں۔ کہ جن میں سے دوسری چیز نظر آ جاتی ہے۔ اور وہ روک نہیں بنتیں۔ مثلاً اگر تم لیمپ جلاؤ۔ اور اس پر چمنی نہ ہو تو تمہیں اندھیرا سا دکھائی دیگا اور اس سے دھواں اٹھتا رہے گا لیکن جونہی تم اس پر چمنی رکھو۔ اس کی روشنی بیسیوں گنے بڑھ جائے گی۔ حالانکہ چمنی بظاہر اس کی روشنی میں روک بنتی ہے مگر چونکہ اس کو جو جسم ملتا ہے۔ وہ نہایت شفاف قسم کا ہوتا ہے۔ اس لئے بوجہ شفاف ہونے کے وہ اس روشنی کو روکتا نہیں بلکہ اسے زیادہ اچھا بنا دیتا ہے۔ اسی طرح خواب میں انسان کو جو روحانی جسم ملتا ہے۔ وہ بھی ایک **شفاف چیز** ہوتی ہے۔ اور اس وجہ سے گو وہ جسم کا ہی کام دیتی ہے۔ مگر اس دنیا کے لوگ اسے دیکھ نہیں سکتے۔ وہ صرف ظاہری جسم کو دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ ان کی بینائی ایسی تیز نہیں ہوتی۔ کہ وہ ان مادی آنکھوں سے روحانی جسم کو بھی دیکھ سکیں۔ یہی حال اگلے جہان میں ہوگا۔ اور وہاں ہر انسان کو لطیف قسم کا ایک روحانی جسم ملے گا۔ بلکہ وہاں کا جہان چونکہ اس جہان سے بہت زیادہ لطیف اور وسیع ہے۔ اس لئے خواب کی حالت میں انسان کو جو جسم ملتا ہے۔ وہ جسم اس سے بھی زیادہ شفاف اور مصفّیٰ ہوگا۔ اور اسی لئے وہ جسم ان آنکھوں اور قویٰ سے نظر نہیں آ سکتا۔

تو ہر چیز کے لئے **ایک جسم کی ضرورت** ہوتی ہے۔ مگر وہ جسم اپنی اپنی حالت کے مطابق بدلتے چلے جاتے ہیں۔ جتنی روح کثیف ہوتی ہے۔ اتنا ہی اس کو جسم کثیف ملتا ہے۔ اور جتنی رُوح شفاف ہوتی ہے۔ اتنا ہی اس کو جسم بھی شفاف ملتا ہے۔ چنانچہ رُوح کی حالت جو خواب میں ہوتی ہے۔ وہ اس سے زیادہ صاف ہوتی ہے جو جاگتے ہوئے روح کی حالت ہوتی ہے۔ اور **مرنے کے بعد** جو حالت ہوگی۔ وہ خواب کی حالت سے بھی زیادہ مصفّیٰ اور زیادہ اعلےٰ ہوگی اور انسان کو خواب کے جسم سے بھی زیادہ شفاف جسم اللہ تعالےٰ کی طرف سے عطا کیا جائے گا۔ بہرحال ہر روح کے لئے ایک جسم ضروری ہوتا ہے اور کوئی جسم رُوح کے بغیر کارآمد نہیں ہو سکتا۔ جس طرح دنیا میں ہر انسان کا ایک مادی جسم ہوتا ہے۔ اور جسم میں روح ہوتی ہے۔ اسی طرح مذہب اور روحانیت کے بھی جسم ہوتے ہیں اور انسان کی **ذہنی اور دماغی ترقیات** کے بھی جسم ہوتے ہیں۔ مثلاً اسلام نے نماز کی ادائیگی کے لئے بعض خاص حرکات مقرر کی ہوئی ہیں۔ اب اصل غرض تو نماز کی یہ ہے۔ کہ انسان کے دل میں خدا تعالےٰ کی محبت پیدا ہو۔ اس کی صفات کو انسان اپنے ذہن میں لائے۔ اور ان کے مطابق اپنے آپ کو بنانے کی کوشش کرے۔ اس کا قرب اسے حاصل ہو۔ اور اس کا عشق اس کی غذا ہو۔ ان باتوں کا ہاتھ باندھنے یا سیدھا کھڑا ہونے یا زمین پر جھک جانے سے کیا تعلق ہے؟ ظاہر ہے کہ انسان اگر سرسری نگاہ سے اس بات کو دیکھے تو اسے نماز کی اصل غرض کے مقابلہ میں یہ باتیں بظاہر بے جوڑ دکھائی دیں گی۔ مگر چونکہ کوئی روح جسم کے بغیر قائم نہیں رہ سکتی اس لئے خدا تعالےٰ نے جہاں نماز کا حکم دیا وہاں بعض **خاص قسم کی حرکات** کا بھی حکم دے دیا۔ جن مذاہب نے اس حقیقت کو نہیں سمجھا۔ اور انہوں نے اپنے پیروؤں کے لئے عبادت کرتے وقت حرکات کو ضروری قرار نہیں دیا۔ وہ رفتہ رفتہ عبادت سے ہی غافل ہو گئے ہیں۔ اور اگر ان میں کوئی نماز ہوتی بھی ہے۔ تو ایک تمسخر سے زیادہ اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ مثلاً عیسائیوں میں یہ طریق ہے۔ کہ وہ ہفتہ میں ایک دن عبادت کے لئے گرجا میں اکٹھے ہوتے ہیں

مدینۃ المسیح

قادیان ۱۲ امان ۱۳۲۰ ہش۔ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق ساڑھے نو بجے شب کی ڈاکٹری اطلاع مظہر ہے کہ خدا تعالےٰ کے فضل و کرم سے حضور کی طبیعت اچھی ہے الحمد للہ

حضرت ام المومنین مدظلہا العالی کی طبیعت آج بسبب سر کے درد چکروں اور ضعف کے زیادہ خراب رہی۔ احباب حضرت ممدوحہ کی صحت کاملہ اور درازیٔ عمر کے دعا فرمائیں۔

نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف سے مولوی محمد سلیم صاحب اور مولوی محمد احمد صاحب کو کوٹ آغا خاں ضلع سیالکوٹ کے جلسہ میں شمولیت کے لئے بھیجا گیا ہے۔

پادری لیکچر دیتا ہے۔ اور وُہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہتے ہیں۔ بلکہ بعض تو لکھتے ہیں۔ کہ گرجوں میں نوجوان مرد صرف نوجوان عورتیں دیکھنے کے لئے جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ اُن کے جانے کی اور کوئی غرض نہیں ہوتی۔ گویا ان کے مذہب نے عبادت کا ایک تھوڑا سا حصہ جو رکھا تھا۔ اُسے بھی ان لوگوں نے ملاقات کا ذریعہ اور مقام بنا لیا اور عبادت کی غرض و غایت کو بالکل فراموش کر دیا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ صحیح رنگ میں خدا تعالےٰ کی عبادت کرنے والے عیسائیوں میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لئے

روزانہ پانچ وقت کی نمازیں

مقرر ہیں۔ اور باوجود اس کے کہ ایک مسلمان کو دن رات میں پانچ مرتبہ مسجد میں جانا پڑتا ہے۔ اور عیسائی ہفتہ میں ایک دن گرجا میں جاتے ہیں۔ مسجدیں گرجوں کی نسبت زیادہ بھری ہوئی ہوتی ہیں۔ بلکہ اس گئی گزری حالت میں بھی مسجد میں جانے والے مسلمان زیادہ ملیں گے۔ اور گرجا میں جانے والے عیسائی کم ملیں گے۔ اس لئے کہ ان کے لئے بعض قواعد اور اصُول وضع کر دیئے گئے ہیں۔ اور ان قواعد اور اصُول کو پُورا کرتے ہُوئے جو شخص مسجد میں جاتا ہے وُہ لازماً اللہ تعالےٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ اگر خالی

دِل کی عبادت

ہی کافی سمجھ لی جاتی۔ تو نتیجہ یہ ہوتا کہ مسلمان بھی عیسائیوں کی طرح سست ہو جاتے۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں وُہ نماز سے بالکل غافل ہو جاتے۔ کیونکہ کسی کو یہ کہنے کے لئے کہ میں دل میں خدا تعالےٰ کو یاد کر رہا ہوں۔ انسان جھوٹ سے بھی کام لے سکتا ہے مگر ایک مسلمان ایسا نہیں کہہ سکتا۔ کیونکہ پہلے وضو کرنا۔ پھر چل کر مسجد میں آنا۔ اور پھر تمام لوگوں کا اکٹھے ہونا اور اس طرح اجتماعی رنگ میں سب کا عبادت کرنا ایسی باتیں ہیں۔ جو نماز سے غافل ہونے ہی نہیں دیتیں۔ اور اگر کوئی منافقت کرے

تو وُہ فوراً نظر آ جاتا ہے۔ چنانچہ غور کر کے دیکھ لو مسلمانوں میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہوں گے۔ جو کبھی بھی مسجد میں نہ جائیں بہت سے لوگ تو ایسے ہیں۔ جو پانچوں وقت مسجد میں جاتے۔ اور اللہ تعالےٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ اور جو ان میں کسی قدر سست ہیں۔ وُہ تین یا چار نمازوں میں چلے جاتے ہیں۔ اور جو اس سے بھی زیادہ سست ہیں۔ وُہ دو وقت کی نماز میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور جو اس کے بھی پابند نہیں۔ وُہ ایک نماز میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اور اگر کوئی کسی نماز کے لئے بھی مسجد میں نہ جائے۔ تو جمعہ پڑھنے کے لئے ضرور چلا جاتا ہے۔ اور جو جمعہ کا بھی پابند نہیں ہوتا۔ وُہ عیدین میں شامل ہو جاتا ہے۔ بہرحال کسی نہ کسی نماز میں وُہ ضرور شامل ہوتا ہے۔ اور ایسے لوگ مسلمانوں میں بہت ہی کم ملیں گے جنہوں نے دو دو یا چار چار سال تک کوئی ایک نماز بھی نہ پڑھی ہو۔ اس کے مقابلہ میں عیسائیوں میں لاکھوں لوگ ایسے مل جائیں گے۔ جنہوں نے چالیس چالیس سال تک گرجے کا مونہہ نہیں دیکھا ہوگا۔

یہی حال ہندوؤں وغیرہ کا ہے۔ ان میں بھی

عبادت کا بہت کم رواج

ہے۔ جنہوں نے بُت خانے بنا کر اُن پر پھُول چڑھانا۔ اور اُن کے آگے سجدہ کرنا عبادت قرار دے دیا ہے۔ ان میں تو پھر بھی عبادت زیادہ پائی جاتی ہے۔ مگر آریوں نے چونکہ اس طریق کو غلط قرار دے دیا۔ اس لئے اب ہزاروں میں سے کوئی ایک آریہ ہی ہوگا۔ جو دیانند جی کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق عبادت کرتا ہو۔ اخباروں میں وُہ شور مچائیں گے۔ جلسوں میں وُہ تقریریں کریں گے۔ مذہب کی سچائی پر وہ دھواں دھار لیکچر دیں گے۔ مگر ان میں سے شائد کوئی ایک سودھا اور قومی خادم ایسا نکلیگا۔ جو سال بھر میں ایک دفعہ دیانند جی کے بتائے ہُوئے طریقوں کے مطابق عبادت کرنے والا ہو۔ تو ظاہری جسم بھی ایک بڑی مفید اور کارآمد چیز ہے۔ اور جن قوموں نے

عبادت میں جسم کو شامل نہیں کیا۔ وُہ رفتہ رفتہ عبادت سے بالکل غافل ہو گئی ہیں۔ اسی طرح عبادت میں روزہ شامل ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ

بھُوکا پیاسا رہنا ایک جسم ہے

رُوح نہیں۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ کہ اصل روزہ تو دل کا روزہ ہے۔ مگر چونکہ خالی دل کا روزہ کوئی انسان نہیں رکھ سکتا۔ اس لئے خدا تعالےٰ نے بھوکا اور پیاسا رہنا بھی ضروری قرار دیدیا۔ پھر حج ایک عبادت ہے اور اس کی اصل غرض یہ ہے۔ کہ انسان ہر قسم کے تعلقات کو توڑ کر دل سے خدا کا ہو جائے۔ مگر اس غرض کو پُورا کرنے کے۔ لئے خدا تعالےٰ نے ایک ظاہری حج بھی رکھ دیا۔ اور صاحب استطاعت لوگوں پر یہ فرض قرار دے دیا۔ کہ وُہ گھر بار چھوڑ کر مکہ جائیں۔ سب مسلمان جمع ہوں اور اس طرح اپنے وطن اور

عزیز و اقربا کی قربانی کا سبق

سیکھیں۔ بے شک حقیقی حج یہی ہے۔ کہ انسان ہر قسم کے تعلقات کو منقطع کر کے خدا کا ہو جائے۔ مگر اس کے لئے خدا تعالےٰ نے ایک ظاہری جسم بھی رکھ دیا۔ یہی حال صدقہ و خیرات کا ہے۔ حقیقی طہارت اور پاکیزگی تو انسان کے خیالات کی ہے لیکن اس کے ساتھ خدا تعالےٰ نے مال کی پاکیزگی بھی ضروری قرار دے دی۔ کیونکہ اس کے بغیر اسے جسم حاصل نہیں ہو سکتا۔ اگر خالی لوگوں کی خیرخواہی کا حکم دے دیا جاتا۔ تو لوگ اس حکم کو بھُول جاتے۔ مگر اب چونکہ خدا تعالےٰ نے اس خیرخواہی کا یہ نشان رکھ دیا ہے۔ کہ انسان غریبوں کو صدقہ و خیرات دے۔ اس لئے جب بھی وُہ روپیہ دینے لگتا ہے۔ اسے یہ حکم یاد آ جاتا ہے اور وُہ سمجھ جاتا ہے۔ کہ اصل حکم یہ ہے۔ کہ میں سب کا خیرخواہ بنوں۔ اور حتی المقدور انہیں فائدہ پہنچاؤں۔ ورنہ انسان اُن سے تو محبت کیا ہی کرتا ہے۔ جن سے اُس کے دوستانہ تعلقات ہوں۔ اسلام یہ ایک زائد حکم دیتا ہے۔ کہ انسان اُن سے بھی حسن سلوک کرے۔ جن سے اُسے کوئی فائدہ نہ پہنچا ہو۔ بلکہ جن سے فائدہ پہنچنے

کی کوئی امید بھی نہ ہو۔ اور یہ نیکی قائم نہیں رہ سکتی تھی۔ جب تک وُہ صدقہ و خیرات نہ دے۔ اور جب تک وُہ عملاً غرباء اور مساکین سے حسن سلوک نہ کرے۔

پس غریبوں کی محبت کا خیال اور اُن سے حسن سلوک کرنے کی تعلیم جو ہے۔ اُسے قائم رکھنے کے لئے خدا تعالےٰ نے

صدقہ و خیرات کا حکم

دے دیا۔ اب جو شخص سال بھر میں ایک دفعہ زکوٰۃ دیتا ہے۔ یا وقتاً فوقتاً صدقہ و خیرات دیتا رہتا ہے۔ اُس کے دل میں تو غریبوں کی محبت رہ سکتی ہے۔ مگر جو ایسا نہیں کرتا۔ اس کا دل بھی غریبوں کی محبت سے خالی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خدا نے روحانیت کے جو جسم بنائے ہیں۔ ان میں سے ایک جسم اخلاق ہیں۔ اخلاق روحانیت کا نام نہیں۔ اور نہ روحانیت اخلاق کا نام ہے۔ مگر اخلاق

روحانیت کے لئے بمنزلہ جسم

ضرور ہیں۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی ذات انسان کو نظر نہیں آتی۔ صرف اس کا حُسن اس کی صفات پر غور کر کے نظر آ سکتا ہے۔ پس چونکہ اللہ تعالےٰ کی ذات مخفی اور وراء الوراء ہے۔ اس لئے اُس نے اپنی محبت بندوں کی محبت، اور اُن کے ساتھ نیک تعلقات رکھنے سے وابستہ کر دی ہے۔ جب ان میں سے ایک چیز کو تم حاصل کر لو گے۔ تو لازماً دوسری چیز بھی تمہیں حاصل ہو جائے گی۔ گویا یہ دونوں چیزیں لازم ملزوم ہیں۔ جسے براہ راست خدا تعالےٰ کی محبت حاصل ہوگی۔ وُہ خدا تعالےٰ کی محبت اپنے دل میں پیدا ہونے کے بعد

بندوں کی محبّت

سے اپنے دل کو لبریز پائے گا جیسے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ دَنٰی فَتَدَلّٰی یعنی ہمارا یہ رسُول پہلے خدا کے قریب ہوا۔ اور پھر نیچے اُترا۔ گویا خدا کی محبت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہلے حاصل ہُوئی۔ اور پھر اس کے ساتھ ہی بنی نوع انسان کی محبت آپ کے دل میں ایسی پیدا ہُوئی

کہ آپ اس جذبہ کو برداشت نہ کر سکے اور ان کی ہدائت کی طرف متوجہ ہو گئے مگر کچھ انسان ایسے ہوتے ہیں۔ جنہیں پہلے بنی نوع انسان کی محبت حاصل ہوتی ہے۔ اور پھر وہ خدا تعالےٰ کی محبت کی طرف لوٹتے ہیں۔ گویا روحانی کمال کے حصول کے دونوں ذریعے ہیں۔ کبھی خدا سے پہلے محبت ہوتی ہے۔ اور اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ انسان کے دل میں بندوں کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور کبھی بندوں سے پہلے محبت ہوتی ہے۔ اور خدا سے محبت اس کے بعد پیدا ہوتی ہے محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ پہلے ان کے دل میں اللہ تعالےٰ کی محبت پیدا ہوئی۔ اور پھر بنی نوع انسان کی

یہ محبت وہی ہوتی ہے

مگر جن کو کسب سے محبت حاصل ہوتی ہے ان کے دل میں پہلے بنی نوع انسان سے محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ ان کے لئے ہر قسم کی قربانی کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان کے تعلقات بنی نوع انسان سے کامل ہو جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ سے بھی ان کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ پس خدا تعالےٰ کو پانے کے یہ دونوں ذرائع ہیں۔ کوئی خدا کو اس طرح پا لیتا ہے۔ اور کوئی اس طرح۔ کوئی خدا سے مل کر بندوں کو پا لیتا ہے۔ اور کوئی بندوں سے ملکر خدا کو پا لیتا ہے۔ جہاں وہب ہوتا ہے اور اللہ تعالےٰ کا فضل انسان کے شامل حال ہوتا ہے۔ وہاں پہلے خدا کی محبت ملتی ہے۔ اور پھر بندوں کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اور جہاں

کسب اور محنت کا دخل

ہو، وہاں پہلے بندوں کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر خدا کی محبت۔ گویا ایک تو نیچے سے اوپر جاتا ہے۔ اور دوسرا اوپر سے نیچے آتا ہے۔ تو ان اخلاق کا اپنے اندر پیدا کرنا دین کی حفاظت کے لئے نہائت ضروری ہوتا ہے۔ یہ اخلاق آگے کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض براہ راست بنی نوع انسان سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور بعض بالواسطہ تعلق رکھتے ہیں۔ مثلاً غریب کی مدد کرنا یہ تو ہر شخص کو نظر آتا ہے۔ کہ ایک ثواب کا کام ہے۔ اور اس کا دوسروں کو فائدہ پہونچتا ہے۔ مگر سچ کے متعلق انسان نہیں سمجھتا۔ کہ اس کے بولنے سے بنی نوع انسان کا کیا فائدہ حاصل ہوگا۔ حالانکہ

سچ بولنا

بھی انہی نیکیوں میں سے ہے۔ جن سے بنی نوع انسان کو فائدہ پہونچتا ہے۔ جو شخص سچ نہیں بولے گا۔ وہ لازماً دوسرے کو دھوکہ دے گا۔ اور دھوکہ ایک ایسی چیز ہے جس سے لوگوں کو نقصان پہنچتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کسی سے پوچھے کہ فلاں شخص قادیان میں ہے یا لاہور گیا ہوا ہے۔ اسے معلوم ہو کہ وہ لاہور گیا ہوا ہے۔ مگر جھوٹ بول دے۔ اور کہدے کہ قادیان میں ہی ہے۔ تو اب دوسرا شخص اس سے ملنے کے لئے جائیگا فرض کرو اس کا مکان میل بھر دور ہے تو وہ ایک میل کا چکر کاٹ کر اس کے مکان پر پہونچے گا۔ اور جب اس کے متعلق دریافت کرے گا۔ تو گھر سے پتہ لگے گا۔ کہ وہ تو کل کا لاہور گیا ہوا ہے۔ اب خود ہی سوچو کہ اس نے

جھوٹ بول کر

ایک شخص کو کتنا نقصان پہونچایا۔ یا فرض کرو ایک شخص نے مثلاً زید سے معاہدہ کیا ہوا تھا۔ کہ تم لاہور چلو میں وہاں تم سے کل چلکر مل جاؤں گا۔ اب جب کل آتا ہے۔ اور وہ شخص ایک تیسرے شخص سے اس بارہ میں پوچھتا ہے۔ کہ کیا وہ لاہور چلا گیا ہے۔ اور وہ جھوٹ بول کر کہتا ہے کہ نہیں تو لازماً یہ شخص بھی اب لاہور نہ جائے گا۔ اور دوسرے شخص کے سامنے جھوٹا بنے گا۔ اور اس دوسرے شخص کا سفر بھی ضائع جائیگا۔ تو بظاہر انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ سچ بولنے کا کسی دوسرے کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ حالانکہ اگر ایک شخص سچ بولتا ہے۔ تو وہ سب کو آرام پہونچاتا ہے۔ اور اگر ایک شخص جھوٹ بولتا ہے۔ تو وہ سب کو تکلیف پہونچاتا ہے اسی طرح محنت کرنا بھی انہی اخلاق میں سے ہے۔ جن کا دوسروں کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ بظاہر انسان سمجھتا ہے۔ کہ میں کام کروں یا نہ کروں دوسروں کا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ حالانکہ وہ

مشین کا ایک پرزہ

ہوتا ہے۔ اور اس کی خرابی کے ساتھ ساری مشین کی خرابی اور اس کی عمدگی کے ساتھ ساری مشین کی عمدگی وابستہ ہوتی ہے اگر یہ پرزہ ناکارہ ہوگا تو مشین پر لازماً اثر پڑے گا۔ جیسے دو بیل ایک گاڑی میں جُتے ہوئے ہوں تو کیا ایک کہہ سکتا ہے۔ کہ یہ امر میری مرضی پر منحصر ہے۔ کہ میں چلوں یا نہ چلوں۔ وہ دونوں چلیں گے تو گاڑی چلے گی۔ اور اگر ان میں سے کوئی ایک بھی رہ جائے گا تو گاڑی نہیں چل سکے گی۔ اسی طرح تمام بنی نوع انسان مشین کے پرزے ہیں۔ ایک

ملک کے رہنے والے

اپنی حدود میں مشین کے پرزے ہیں۔ اور ایک شہر کے رہنے والے ان پرزوں سے زیادہ قریب کے پرزے ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی صحیح طور پر اپنے فرائض کو سرانجام نہیں دے گا اور محنت سے جی چرائے گا۔ تو لازماً اس کا دوسروں پر بھی اثر پڑے گا۔ قادیان میں اس کی مثالیں کثرت سے ملتی رہتی ہیں۔ ایک شخص محنت نہیں کرتا۔ اور نہ اپنے بیوی بچوں کے گزارہ کی کوئی صورت اختیار کرتا ہے۔ لوگ اسے سمجھاتے ہیں۔ کہ دیکھو مزدوری کرو۔ محنت کرو اور اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا انتظام کرو۔ مگر وہ کہتا ہے تم کو کیا میں محنت کروں یا نہ کروں۔ یہ میرا اختیار ہے۔ تمہیں اس میں دخل دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اب بظاہر یہ جواب صحیح معلوم ہوتا ہے۔ مگر جب نتیجہ دیکھا جائے تو اس کی حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ اور وہ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد

اس کے بیوی بچے کہتے پھرتے ہیں۔ کہ ہم بھوکے مر گئے۔ ہمارا کوئی خیال کرے۔ اب ایک تو وہ غریب اور یتیم ہوتے ہیں۔ جن کو کما کر کھلانے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اور ایک یہ غریب ہوتے ہیں۔ کہ ان کا کمانے والا موجود ہے۔ مگر وہ کماتا نہیں۔ اور محنت سے جی چراتا ہے۔ اگر وہ محنت سے کام کرتا۔ اور خود کما کر بیوی بچوں کو کھلاتا۔ تو صدقہ وخیرات کا ایک حصہ اس کے بیوی بچوں پر خرچ کرنے کی بجائے ان غرباء پر خرچ کیا جاتا جن کو کما کر کھلانے والا کوئی نہیں۔ اور

حق بحقدار رسید

پر عمل ہوتا۔ لیکن اگر بعض گھروں میں کمانے والے تو موجود ہوں۔ مگر وہ کما کر نہ لائیں۔ تو نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ صدقہ وخیرات کی رقم بٹ جائے گی۔ اور کچھ تو ان غرباء کو ملے گی۔ جن کا کمانے والا کوئی نہیں۔ اور کچھ ان کو ملے گی۔ جن کے کمانے والے تو ہیں۔ مگر وہ محنت نہیں کرتے۔ اور اس طرح

اصل مستحقین

کی روٹی آدھی ہو جائے گی۔ آخر محلے والوں کے پاس کوئی جادو تو نہیں ہوتا۔ کہ وہ جتنا روپیہ چاہیں دوسروں کو دے دیں۔ وہ اپنے اخراجات میں سے تنگی برداشت کر کے کچھ روپیہ بچاتے اور غرباء کو دیتے ہیں۔ مگر یہ نکمے لوگ غرباء کے حصہ کو کھا جاتے۔ اور اپنی قوم اور اپنے محلہ والوں پر ایک بوجھ بنے رہتے ہیں۔ اگر اس قسم کے لوگوں کے بیوی بچے دوسروں سے کچھ مانگیں نہ اور یہ نہ کہیں کہ ہمیں کچھ دو۔ ہم بھوکے مر رہے ہیں۔ تو کم از کم یہ ضرور کہیں گے۔ کہ ہمیں آٹا ادھار دے دو۔ جو لوگ شریف ہوتے ہیں۔ وہ ان کو دے تو دیتے ہیں۔ مگر دل میں یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ کہ نہ ان لوگوں نے روپیہ کمانا ہے۔ اور نہ ان سے ہمیں واپس ملنا ہے۔ اب دیکھ لو۔

محنت نہ کرنے کا اثر

قوم پر پڑا یا نہیں۔ پھر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ کہ وہ بیوی بچوں کو قادیان میں چھوڑ کر آپ کہیں باہر بھاگ جاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ ان کے بیوی بچے

سلسلہ پر بار

بن جاتے ہیں۔ اور پریذیڈنٹوں۔ اور سکرٹریوں کے پاس چٹھیوں پر چٹھیاں آنی شروع ہو جاتی ہیں۔ کہ ہم بھوکے مر گئے۔ ہمارا کوئی انتظام کیا جائے۔

اب بظاہر تو ایسا شخص جو بیوی بچوں کو قادیان میں بٹھا کر آپ کہیں غائب ہو جائے۔ کہہ سکتا ہے۔ کہ کسی کو مجھ پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ بیوی بچے چھوڑ گئے ہیں تو میں نے۔ اور اگر بھوکے مر جائیں گے تو میرے بیوی بچے مریں گے نہ کہ کسی اور کے۔ لیکن اگر یہی اصل قوم اختیار کر لے۔ اور ان کی طرف توجہ نہ کرے۔ تو آیا تمام جماعت ایک ملامت کے نیچے آئے گی۔ یا نہیں کہ فلاں آدمی بھوکے مر گئے۔ اور جماعت نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔ تو یہ کہنا بالکل غلط ہے۔ کہ لوگوں کا اس کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ اُن کا تعلق ہے۔ اور ضرور ہے۔ کیونکہ اگر وہ ان کی خبر نہ لیں۔ تو بدنام ہو جائیں ؛؛

پس قوم ان کی خبر گیری کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔ حالانکہ اگر ایسے لوگ خود محنت کریں۔ اور مشقت کا کام کر کے اپنی روزی کمائیں۔ تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اور اُن کے بیوی بچے قوم پر بار ثابت ہوں۔ پس محنت نہ کرنا بھی کسی کا ذاتی فعل نہیں۔ بلکہ

ایک قومی جُرم

ہے۔ اسی طرح گو آج کل یہ بات کسی قدر کم ہو گئی ہے۔ مگر پہلے بالعموم مسلمان تاجر اور کارخانہ دار بھی ہندوؤں کو ملازم رکھتے تھے۔ مسلمانوں کو نہیں۔ اور جب پوچھا جائے۔ کہ مسلمانوں کو کیوں ملازم نہیں رکھتے۔ تو ہمیشہ یہی جواب دیتے کہ کوئی مسلمان دیانتدار ملتا نہیں۔ حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ مسلمانوں میں بھی بڑے بڑے دیانتدار لوگ پائے جاتے ہیں۔ مگر جانتے ہو۔ اس کی تہہ میں کیا بات ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب مسلمانوں کا ایک حصہ بددیانت ہو گیا تو اس نے باقیوں کو بھی بددیانت مشہور کر دیا۔ اور نتیجہ یہ ہوا۔ کہ چند بددیانت اور خائن مسلمانوں کی وجہ سے سب مسلمانوں کو نوکری ملنا مشکل ہو گئی۔ گویا ان بددیانتوں نے صرف اپنا ہی رزق بند نہ کیا۔ بلکہ دوسرے مسلمانوں کے رزق کو بھی بند کیا۔ لوگوں میں یہ عام رواج ہوتا ہے۔ کہ جب انہیں کسی شخص سے نقصان پہنچتا ہے۔ تو وہ اس کی تمام قوم کا نام لے کر کہتے ہیں کہ وہ سب قوم ایسی ہی ہے۔ ہم اپنے کانوں میں بھی دیکھتے ہیں۔ کہ جہاں کسی احمدی سے کوئی غفلت ہوتی ہے۔ سب لوگ یہ کہنے لگ جاتے ہیں۔ کہ بس جی دیکھ لیا۔ احمدی ایسے ایسے ہوتے ہیں۔ بلکہ خود بعض دفعہ احمدی بھی اس قسم کے الفاظ اپنی زبان سے نکال دیتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ ایسے مقامات میں بعض کارخانے اوروں کو ملازم رکھ لیتے ہیں۔ مگر احمدیوں کو نہیں رکھتے۔ اور کہتے ہیں۔ کہ احمدی اچھے نہیں ہوتے۔ اب کوئی احمدی ایسا ہوا ہوگا جس نے اپنا بُرا نمونہ لوگوں کے سامنے پیش کیا ہوگا۔ مگر اس ایک کی وجہ سے بدنام ساری قوم ہوئی۔ لیکن اگر اس میں محنت کی عادت ہوتی۔ اگر وہ دیانت اور امانت کے ساتھ کام کرنے کا عادی ہوتا تو نہ صرف وہ اپنی روٹی کما سکتا۔ بلکہ کئی دوسرے احمدیوں کی روٹی کا بھی انتظام ہو جاتا۔ کیونکہ لوگ کہتے۔ یہ احمدی تھا جس نے بڑی دیانتداری سے کام کیا۔ اب اور کاموں پر بھی ہم احمدیوں کو ہی مقرر کریں گے۔ تاکہ ہمارے کام خوش اسلوبی سے ہوتے رہیں۔ غرض اگر ایک آدمی اچھا کام کرتا ہے تو دوسرے کی روٹی کا دروازہ بھی کھل جاتا ہے اور اگر ایک آدمی اپنے

فرائض کی ادائیگی میں غفلت

اور کوتاہی سے کام لیتا ہے۔ تو اور لوگوں کی روٹی بھی بند ہو جاتی ہے۔

تو اخلاق میں سے بعض بظاہر انسان کی اپنی ذات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ان کا تعلق تمام قوم کے ساتھ ہوتا ہے جیسے جھوٹ ہے یا سستی ہے یا غفلت ہے یا دھوکا اور فریب ہے۔ یہ ساری بدیاں ایسی ہیں کہ جن کے متعلق بظاہر انسان یہ سمجھتا ہے کہ ان کا صرف اسکی ذات کے ساتھ تعلق ہے۔ حالانکہ وہ ویسے ہی قوم کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں جیسے ان کا تعلق اس کی ذات کے ساتھ ہوتا ہے اور اگر وہ ان اخلاق کی درستی نہ کرے تو تمام قوم کو نقصان پہونچتا ہے ؛؛

میں دیکھتا ہوں۔ کہ مسلمانوں میں

اخلاق کی طرف بہت ہی کم توجہ ہے

بلکہ ابھی تک احمدیوں نے بھی اخلاق کی اہمیت کو پوری طرح نہیں سمجھا۔ میرے سامنے اس وقت بچے بیٹھے ہیں۔ جو تحریک جدید کے بورڈنگ میں رہتے ہیں۔ میں نے تحریک جدید کے مطالبات میں ایک شق اخلاق فاضلہ کی بھی رکھی ہوئی ہے۔ مگر میں نہیں سمجھتا۔ کہ ان بچوں کے سپرنٹنڈنٹ اور اساتذہ وغیرہ اخلاق کی اہمیت کو ان پر پورے طور پر ظاہر کرتے ہوں۔ اس لئے کہ تحریک جدید کے بورڈنگ سے نکل کر جو طالب علم باہر گئے ہیں۔ اُن کے متعلق بھی کوئی زیادہ اچھی رپورٹیں نہیں آرہیں۔ حالانکہ اُن کے ماں باپ کی اپنے بچوں کو

تحریک جدید کے بورڈنگ میں داخل کرنے کی اصل غرض

یہ تھی۔ کہ تعلیم کے علاوہ ان کی اعلےٰ تربیت ہو۔ اُن میں محنت کی عادت ہوتی۔ اُن میں اعلےٰ درجہ کی دیانت پائی جاتی۔ ان میں ہمدردی کا مادہ ہوتا۔ ان میں سچ کا مادہ ہوتا۔ ان میں قربانی اور ایثار کا مادہ ہوتا۔ اسی طرح وہ ہر کام کے کرتے وقت عقل سے کام لیتے اور وقت کی پابندی کرتے اور یہ تمام باتیں ایسی ہیں۔ کہ جب تک ان کو بار بار دہرایا نہ جائے۔ اور جب تک بچوں کو ان باتوں پر عمل نہ کرایا جائے۔ اس وقت تک وہ قوم اور دین کے لئے مفید ثابت نہیں ہو سکتے۔ یہ اخلاق ہی ہیں جو انسان کو کہیں کا کہیں پہونچا دیتے ہیں چنانچہ جن لوگوں کو محنت سے کام کرنے کی عادت ہوتی ہے۔ وہ خواہ کسی ملک میں چلے جائیں۔ انہیں کامیابی ہی کامیابی حاصل ہوتی چلی جاتی ہے۔ مگر جو سست ہوتے ہیں۔ انہیں گھر بیٹھے بھی کوئی کام نظر نہیں آتا۔ میں نے دیکھا ہے۔ بعض افسر سارا دن فارغ بیٹھے رہتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں۔ کہ ہمارے محکمہ میں کوئی کام ہی نہیں۔ انہیں کبھی یہ

سوچنے کی توفیق

ہی نہیں ملتی۔ کہ ہمارے سپرد جو کام ہوا ہے اس کی کیا کیا شاخیں ہیں؟ اور کس طرح وہ اپنے کام کو زیادہ وسیع طور پر پھیلا سکتے۔ اور اس کے شاندار نتائج پیدا کر سکتے ہیں۔ وہ صرف اتنا ہی کام جانتے ہیں۔ کہ رجسٹروں اور کاغذات پر دستخط کئے۔ اور فارغ ہو کر بیٹھ رہے۔ لیکن اسی جگہ اور اسی دفتر میں جب کوئی کام کرنے والا افسر آتا ہے۔ تو وہ اپنے

کام کی ہزاروں شاخیں

نکالتا چلا جاتا ہے۔ اور اُسے ہر وقت نظر آتا رہتا ہے۔ کہ میرے سامنے یہ کام بھی ہے۔ میرے سامنے وہ کام بھی ہے۔ یوروپین قوموں کو دیکھ لو۔ یہ جہاں جاتی ہیں۔ انہیں کام نظر آجاتا ہے۔ ہندوستانی کہتے ہیں کہ ہم بھوکے مر گئے۔ مگر یوروپین لوگوں کو ہندوستان میں بھی دولت نظر آرہی ہے۔ اور وہ اس دولت کو سمیٹتے چلے جاتے ہیں ؛؛

اسی طرح سیلونی کہتے ہیں کہ ہم بھوکے مر گئے۔ مگر انگریزوں کو سیلون میں بھی دولت دکھائی دیتی ہے۔ افغانی کہتے ہیں۔ کہ ہم بھوکے مر گئے۔ مگر انگریزوں کو افغانستان میں بھی دولت دکھائی دیتی ہے۔ پھر عرب جیسے

سنگلاخ خطہ

اور اس کے جنگلوں میں بھی انگریزوں کو دولت دکھائی دیتی ہے۔ مصر جیسی وادی میں بھی انہیں دولت دکھائی دیتی ہے۔ چین جاتے ہیں۔ تو وہاں دولت کمانے لگ جاتے ہیں۔ مگر چینی کہتے ہیں۔ کہ ہمیں کچھ نہیں ملتا ؛

تو یہ انگریزوں کی

نظر کی تیزی کا ثبوت

ہے۔ کہ وہ جہاں جاتے ہیں۔ انہیں دولت دکھائی دینے لگ جاتی ہے۔ اور یہ نظر کی تیزی اخلاق فاضلہ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی قوم میں اخلاق فاضلہ پیدا ہو جائیں۔ تو اس کے افراد کی نظر اسی طرح تیز ہو جاتی ہے ؛؛

غرض قربانی اور ایثار کا مادہ ایسی چیز ہے۔ جو انسان کی ہمت کو بڑھاتا ہے۔ اور سچ بولنا ایک ایسا وصف ہے جو انسان کا اعتبار قائم کرتا ہے۔ اور محنت کی عادت ایک ایسی چیز ہے جو کام کو وسعت دیتی ہے۔ اور جب کسی شخص میں یہ اخلاقِ فاضلہ پیدا ہو جائیں۔ تو ایسا آدمی ہر جگہ مفید کام کر سکتا۔ اور ہر شعبہ میں ترقی حاصل کر سکتا ہے۔ پس میں تحریک جدید کے کارکنوں کو خصوصیت سے اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ وہ یہ امر طالب علموں کے ذہن نشین کرتے رہیں۔ کہ انہیں

ہمیشہ سچائی سے کام لینا چاہیئے۔

اور محنت کی عادت اپنے اندر پیدا کرنی چاہیئے۔ اور اس امر کو ان کے اتنا ذہن نشین کریں۔ کہ یہ امر ان کے دل کی گہرائیوں میں اتر جائے۔ کہ ان باتوں کو چھوڑنا ایسا ہی ہے۔ جیسے طاعون میں گرفتار ہونا۔ آخر وجہ کیا ہے۔ کہ ایک چور مل جاتا ہے تو وہ دوسرے کے دل میں چوری کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔ ایک جھوٹا اور کذاب انسان مل جاتا ہے۔ تو وہ دوسرے کو جھوٹ اور کذب بیانی کی عادت ڈال دیتا ہے ایک سست اور غافل انسان کسی دوسرے کے پاس رہتا ہے۔ تو اسے بھی اپنی طرح سست اور غافل بنا دیتا ہے۔ اگر ان بد لوگوں کے مرتکب اثر پیدا کر لیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ کارکنوں کے دلوں میں سوز اور گداز پیدا ہو جائے۔ اور وہ اخلاق کی اہمیت کو سمجھ جائیں۔ تو بچوں میں سچ بولنے کی عادت پیدا نہ کر سکیں۔ ان میں محنت کی عادت پیدا نہ کر سکیں۔ اور کیوں بچے ان اخلاق فاضلہ سے دوری کو ایک عذاب نہ سمجھنے لگیں۔ اگر متواتر طالب علموں کو بتایا جائے۔ کہ

جھوٹ بولنا ایک عذاب ہے

اور ایسا ہی ہے جیسے طاعون یا ہیضہ میں مبتلا ہو جانا۔ اگر متواتر طالب علموں کو بتایا جائے۔ کہ

سستی اور غفلت ایک عذاب ہے

اور ایسا ہی ہے جیسے طاعون یا ہیضہ میں گرفتار ہونا۔ یا بھڑکتی ہوئی آگ میں گر جانا۔ اسی طرح تمام اخلاقِ فاضلہ ان کے ذہن نشین کرائے جائیں۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ان میں بیداری پیدا نہ ہو۔ اور وہ صحیح اسلامی اخلاق کا نمونہ نہ بنیں۔ مگر اس کے لئے ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ طالب علموں کے سامنے متواتر لیکچر دیئے جائیں۔ اور انہیں بتایا جائے۔ کہ جھوٹ کیا ہوتا ہے۔ سچ کیا ہوتا ہے۔ سچ بولنے کے کیا فوائد ہیں۔ اور جھوٹ بولنے کے کیا نقصانات ہیں۔ میرے نزدیک سو میں سے نوے انسان یہ سمجھتے ہی نہیں۔ کہ

سچ کیا ہوتا ہے۔

یہ ایک عام قاعدہ ہے۔ کہ جتنا زیادہ کسی بات کو دہرایا جائے۔ اتنا ہی لوگ اس کو کم سمجھتے ہیں۔ تم کسی شخص سے پوچھو۔ حتیٰ کہ کسی گاؤں کے رہنے والے شخص سے بھی دریافت کرو۔ کہ سنیما کیا ہوتا ہے۔ تو وہ ضرور اس کی کچھ نہ کچھ تشریح کر دے گا۔ لیکن اگر تم اس سے پوچھو کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی کیا تشریح ہے۔ یا اسلام کو تم نے کیوں مانا ہے۔ تو وہ ہنس کر کہہ دے گا۔ کہ یہ باتیں مولویوں سے دریافت کریں۔ آخر یہ فرق کیوں ہے۔ اور کیوں وہ سنیما کی تشریح تو کسی قدر کر سکتا ہے۔ مگر یہ نہیں بتا سکتا۔ کہ اس نے اسلام کو کیوں قبول کیا۔ اسی لئے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کو ہر وقت رٹتا رہتا ہے۔ اور خیال کرتا ہے کہ مجھے اس کے سمجھنے کی ضرورت نہیں۔ مگر

سنیما کا لفظ

وہ کبھی کبھی سنتا ہے۔ اور اس لئے لوگوں سے پوچھ لیتا ہے۔ کہ یہ سنیما کیا چیز ہے۔ مگر لا الٰہ الا اللہ کو چونکہ اس نے بچپن سے سنا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ خیال کر لیتا ہے کہ مجھے اس کے متعلق کسی سے کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ تم میں سے کسی کے بچے نے اگر ریل کو نہیں دیکھا۔ اور کسی دن تم اسے ریل دکھانے کے لئے لے جاؤ۔ تو وہ جاتے ہی تم پر سوالات کی بوچھاڑ کر دے گا۔ اگر پنجابی ہوگا تو اپنے باپ سے کہیگا۔ کہ باپو ایہہ کس طرح چلدی ہے۔ کبھی کہیگا کیا یہ دھوئیں کے ساتھ چلتی ہے۔ اور کبھی یہی خیال کرنے لگ جائے گا۔ کہ اس کے اندر کوئی جن بیٹھا ہے۔ جو اسے حرکت میں لاتا ہے۔ غرض وہ تھوڑے سے وقت میں تم سے بیسیوں سوالات کر دے گا لیکن کیا اس نے کبھی تم سے یہ پوچھا کہ سورج کیوں بنا ہے۔ اس کی روشنی کہاں سے آتی ہے۔ اس کے اندر گرمی کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کی روشنی اور گرمی ختم کیوں نہیں ہو جاتی۔ وہ کبھی تم سے یہ سوالات نہیں کرے گا۔ لیکن انجن کے متعلق تم سے بیسیوں سوالات کر دے گا اس لئے کہ انجن اس نے

ایک نئی چیز

کے طور پر دیکھا ہے۔ اور سورج کو اپنی پیدائش سے ہی وہ دیکھتا چلا آیا ہے۔ اور وہ سمجھتا ہے۔ کہ مجھے اس کے متعلق کچھ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ پس جتنی زیادہ کوئی چیز کسی انسان کے سامنے آتی ہے۔ اتنا ہی وہ اس کی حقیقت اور ماہیت سے ناواقف ہوتا ہے۔ یہ ایک قانون ہے۔ جو

فطرت انسانی میں

داخل ہے کہ جو چیز کبھی کبھار سامنے آئیگی اس کے متعلق وہ سوالات کی بوچھاڑ کر دے گا۔ اور جو بار بار سامنے آتی رہے گی۔ اس کے متعلق وہ کبھی کوئی سوال نہیں کرے گا۔ کیونکہ بار بار سامنے آنے سے دریافت کرنے کی حس ہی ماری جاتی ہے۔ اور انسان یہ خیال کرنے لگ جاتا ہے۔ کہ مجھے اس کا علم ہے۔ حالانکہ اسے علم نہیں ہوتا۔ چنانچہ تم کسی سے پوچھ کر دیکھ لو۔ کہ سچ کیوں بولنا چاہیئے۔ وہ کبھی تم کو اس

سوال کا صحیح جواب

نہیں دے سکے گا۔ تم اپنے محلہ میں ہی کسی دن لوگوں سے دریافت کر کے معلوم کر سکتے ہو۔ کہ آیا وہ اس سوال کا جواب دے سکتے ہیں یا نہیں۔ جب تم کسی سے پوچھوگے کہ سچ بولنا چاہیئے یا نہیں۔ تو وہ کہے گا۔ کہ ضرور سچ بولنا چاہیئے۔ مگر جب پوچھا جائے کہ سچ کیوں بولنا چاہیئے۔ تو وہ ہنس کر کہہ دے گا۔ کہ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ سچ کا لفظ بار بار سنکر لوگوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہو گیا ہے۔ کہ یہ چیز کسی

دلیل کی محتاج

نہیں۔ حالانکہ یہ بھی ویسی ہی دلیل کی محتاج ہے۔ جیسے اور باتیں دلیل کی محتاج ہیں۔ تو لوگ سچ کی تعریف سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ وہ سچ کی ضرورت سے بھی واقف نہیں ہوتے وہ سچ کے فوائد سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ وہ سچ کو چھوڑنے اور

جھوٹ بولنے کے نقصانات

سے بھی واقف نہیں ہوتے۔ مگر جب

ان سے سچ کے بارے میں کچھ پوچھا جائے۔ تو وہ کہہ دینگے۔ کہ یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔

میرے پاس کئی لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ احمدیت کی صداقت کا کیا ثبوت ہے۔ میں نے

حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کو دیکھا۔ کہ آپ سے جب بھی کوئی شخص یہ سوال کرتا۔ آپ ہمیشہ اسے یہ جواب دیا کرتے۔ کہ تم نے دنیا میں کسی سچائی کو قبول کیا ہوا ہے یا نہیں۔ اگر کیا ہوا ہے۔ تو جس دلیل کی بنا پر تم نے اس سچائی کو قبول کیا ہے۔ وہی دلیل احمدیت کی صداقت کا ثبوت ہے۔ اس کے جواب میں پوچھنے والا بسا اوقات یا تو ہنس کر خاموش ہو جاتا۔ یا جو دلیل پیش کرتا اسی سے آپ اس کے سامنے احمدیت کی صداقت پیش فرما دیتے۔ میرا بھی یہی طریق ہے۔ اور میں نے اپنے تجربہ میں اسے بہت مفید پایا ہے۔ چنانچہ مجھ سے بھی جب کوئی شخص یہ سوال کرتا ہے کہ

احمدیت کی صداقت

کا کیا ثبوت ہے۔ تو میں اُسے یہی کہا کرتا ہوں۔ کہ تم پہلے یہ بتاؤ۔ کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں مانتے ہو۔ اور کن دلائل سے آپ کی صداقت کے قائل ہو۔ جو دلائل رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے تمہارے پاس ہیں۔ وہی دلائل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے میں پیش کرنے کیلئے تیار ہوں۔ اس کے جواب میں کئی لوگ تو خاموش ہی ہو جاتے ہیں۔ اور کئی یہ کہہ دیتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے دلائل ہم کیا بتائیں۔ وہ تو ظاہر ہی ہیں۔ پھر جب ان کے اس جواب پر جرح کی جاتی ہے۔ تو صاف کھل جاتا ہے۔ کہ انہیں پتہ ہی نہیں۔ کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کیوں سچا سمجھتے ہیں۔ میرے پاس آجتک اس قسم کے جتنے لوگ آئے ہیں۔ ان میں سے نوّے فیصدی کا میں نے یہی حال دیکھا ہے۔ نوّے میں سے

دوچار ایسے بھی ہوئے ہیں۔ جنہوں نے کوئی جواب دیا ہے۔ مگر ان کا وہ جواب بھی بہت ہی ادھورا تھا۔ مثلاً یہی کہہ دیتے ہیں۔ کہ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ اسلئے ہم آپکو سچا سمجھتے ہیں۔ اور اس طرح وہ خود ہی قابو میں آجاتے ہیں۔ کیونکہ ہم کہہ دیتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بھی بہت سی پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ تو جو سچائی ہر وقت انسان کے سامنے رہتی ہے۔ اُسے وہ کریدنے کا عادی نہیں ہوتا۔ اور نہ اس کے دلائل اُسے معلوم ہوتے ہیں۔ اسلئے یہ کہنا کہ سچائی وغیرہ کے بارہ میں کسی کو سمجھانے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ عام باتیں ہیں جو تمام لوگ جانتے ہی ہیں

بہت بڑی غفلت

ہے۔ کیونکہ جو چیزیں زیادہ سامنے آتی ہیں وہی اس بات کا حق رکھتی ہیں۔ کہ ان کے متعلق بار بار سمجھایا جائے۔ اور بار بار ان کے دلائل بیان کئے جائیں۔ کیونکہ لوگ بار بار سامنے آنے والی چیزوں کے متعلق سوال نہیں کیا کرتے۔ بلکہ وہ غیر معروف چیزوں کے متعلق زیادہ سوال کیا کرتے ہیں۔

قادیان میں قرآن کریم کا درس

تو اکثر ہوتا ہی رہتا ہے۔ تم غور کر کے دیکھ لو کہ وہ لوگ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق سوالات کرنے والے ہوں۔ وہ بہت ہی تھوڑے ہوتے ہیں۔ حضرت عیسٰے علیہ السلام کے متعلق اس سے زیادہ سوال کرتے ہیں۔ اور حضرت موسٰے علیہ السلام کے معجزوں کا ذکر آجائے تو اور زیادہ سوالات کرتے ہیں۔ لیکن جب

آدم کا قصّہ

آجائے تو بے تحاشہ سوالات کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا دل میں بے اختیار گدگدیاں ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ آدم کا واقعہ بہت دُور کا ہے اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا بار بار ذکر سن کر اعتراض کا خیال دل میں پیدا نہیں ہوتا۔ میرا یہ مطلب نہیں

کہ ان باتوں کے دلائل موجود نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے۔ کہ لوگوں کو دلائل سے ناواقفیت ہے۔ اور اس کی وجہ کسی بات کا بار بار سامنے آتے رہنا ہے۔ لوگ اُس چیز کے بار بار سامنے آنے کی وجہ سے دلائل پر غور نہیں کرتے اور اس کی حقیقت معلوم کرنے سے غافل رہتے ہیں۔ پس تم مت خیال کرو۔ کہ جب تم کہتے ہو۔ کہ سچ بولنا چاہیئے۔ تو تمہارا بچہ بھی جانتا ہے کہ سچ کیوں بولنا چاہیئے۔ وہ اس بات کو ہرگز نہیں جانتا۔ کہ سچ کیوں بولنا چاہیئے۔ بلکہ تم مجھے یہ کہنے میں معاف کرو کہ تم جو کہتے ہو۔ کہ ہمارا بچہ جانتا ہے کہ اسے سچ کیوں بولنا چاہیئے۔ تم خود بھی نہیں جانتے۔ کہ سچ کیوں بولنا چاہیئے۔ اسی طرح تم میں سے وہ لوگ جو کہتے ہیں۔ کہ ہمیں اپنے بچوں کو یہ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ کہ وہ محنت کریں یہ بات تو سب جانتے ہیں۔ وہ مجھے یہ کہنے میں معاف کریں۔ کہ ان کے بچے تو کیا۔ وہ خود بھی نہیں جانتے کہ محنت کس قدر ضروری چیز ہے۔ حقیقت یہ ہے۔ کہ ان چیزوں کے متعلق بہت زیادہ زور دینے بار بار توجہ دلانے اور زیادہ سے زیادہ ان کی اہمیت لوگوں کے ذہن نشین کرانے کی ضرورت ہے۔

ماں باپ کا فرض

ہے۔ کہ وہ اپنے بچوں کے کانوں میں بار بار یہ باتیں ڈالیں۔ اسی طرح اساتذہ کا فرض ہے۔ کہ وہ طالبعلموں کے دماغوں میں ان چیزوں کو راسخ کر دیں۔ اور ان باتوں کی کرید

تلاش اور جستجو کا مادہ

ان میں پیدا کریں۔ کیونکہ لوگ سچائی کو نہیں جانتے کہ وہ کیا چیز ہوتی ہے۔ وہ صرف سچ کا لفظ جاننا کافی سمجھ لیتے ہیں۔ اسی طرح وہ نہیں جانتے۔ کہ محنت کتنی ضروری چیز ہے۔ بلکہ وہ صرف محنت کے لفظ کو رٹ لینا اپنے لئے اور اپنے بچوں کیلئے کافی سمجھتے ہیں۔ اسی طرح لوگ جھوٹ سے بچنے

کے الفاظ تو سنتے ہیں۔ مگر جانتے نہیں کہ جھوٹ کیا ہوتا ہے۔ اسی طرح انہوں نے بنی نوع انسان کی محبت اور خیرخواہی کے الفاظ سنے ہوئے ہوتے ہیں۔ مگر جانتے نہیں کہ محبت اور خیرخواہی کیا ہوتی ہے۔ اسی طرح انہوں نے غیبت کا لفظ سنا ہوا ہوتا ہے۔ مگر جانتے نہیں کہ غیبت کیا ہوتی ہے۔ یہ نہیں۔ کہ ہماری شریعت میں ان چیزوں کا حل موجود نہیں حل موجود ہے۔ قرآن کریم نے ان امور کی وضاحت کر دی ہے۔ احادیث میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام باتوں کو کھولکر بیان کر دیا ہے۔ مگر لوگ ہیں۔ کہ ان باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے۔ حدیثوں میں آتا ہے ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ

غیبت نہیں کرنی چاہیئے

اس پر ایک شخص نے کہا۔ یا رسول اللہ! اگر میں اپنے بھائی کا وہ عیب بیان کروں جو اسمیں فی الواقعہ موجود ہو۔ تو آیا یہ بھی غیبت ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غیبت اسی کا تو نام ہے۔ کہ تم اپنے بھائی کا اسکی عدم موجودگی میں کوئی ایسا عیب بیان کرو جو فی الواقعہ اس میں پایا جاتا ہے۔ اور اگر تم کوئی ایسی بات کہو جو اسمیں نہ پائی جاتی ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہوگا۔ اب دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کو حل کر دیا۔ اور بتا دیا کہ غیبت اس بات کا نام نہیں کہ تم کسی کا وہ عیب بیان کرو جو اسمیں پایا ہی نہ جاتا ہو۔ اگر تم ایسا کرو۔ تو تم مفتری ہو تم جھوٹے ہو۔ تم کذّاب ہو۔ مگر تم غیبت کرنے والے نہیں۔ غیبت یہ ہے۔ کہ تم اپنے کسی بھائی کا کوئی سچا عیب اسکی عدم موجودگی میں بیان کرو۔ یہ بھی منع ہے۔ اور اسلام نے اس سختی کیساتھ روکا ہے۔ مگر باوجود اسکے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو ساڑھے تیرہ سو سال ہوئے حل کر دیا ہے۔ اور قرآن میں اس کا ذکر موجود ہے۔ اگر اب بھی کوئی غیبت کر رہا ہو۔ اور اسے کہا جائے کہ تم غیبت مت کرو۔ تو وہ جھٹ کہہ دیگا۔ کہ میں غیبت تو نہیں کر رہا۔ میں تو بالکل

سچا واقعہ

بیان کر رہا ہوں۔ حالانکہ ساڑھے تیرہ سو سال گذرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فیصلہ سنا چکے اور علی الاعلان اسکا اظہار فرما چکے ہیں۔ مگر اب بھی اگر کسی کو روکو تو وہ کہہ دیگا۔ کہ یہ غیبت نہیں یہ تو بالکل سچی بات ہے، حالانکہ کسی کا اسکی عدم موجودگی میں سچا عیب بیان کرنا ہی غیبت ہے اور اگر وہ جھوٹ ہے تو تم غیبت کرنے والے نہیں بلکہ مفتری اور کذّاب ہو۔

یہ چیزیں ہیں جن کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر بوجہ اس کے کہ بار بار ان کے الفاظ کانوں میں پڑتے رہتے ہیں لوگ حقیقت معلوم کرنے کی جستجو نہیں کرتے ہیں

ان باتوں پر بار بار زور دو

اور اس امر کو اچھی طرح سمجھ لو کہ جب تک یہ جسم مکمل نہیں ہوگا۔ اس وقت تک مذہب کی روح بھی قائم نہیں رہ سکتی۔ گویا ایمان ایک روح ہے اور اخلاق فاضلہ اس روح کا جسم ہیں پس میں تحریک جدید کے تمام کارکنوں اور

خدام الاحمدیہ کو توجہ

دلاتا ہوں کہ وہ نوجوانوں میں ان باتوں کو پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ سپرنٹنڈنٹ کو چاہیئے۔ کہ وہ بچوں کے کانوں میں یہ باتیں بار بار ڈالتیں اور ماں باپ کو چاہیئے کہ وہ اپنی اولاد کو ان باتوں پر پختگی کے ساتھ قائم کریں اور کوشش کریں کہ ان میں جھوٹ کی عادت نہ ہو۔ غیبت کی عادت نہ ہو چغل خوری کی عادت نہ ہو ظلم کی عادت نہ ہو۔ دھوکہ اور فریب کی عادت نہ ہو۔ غرض جس قدر اخلاق ہیں وہ ان میں پیدا ہو جائیں اور جس قدر بدیاں ہیں ان سے وہ بچ جائیں تاکہ وہ قوم کا ایک مفید جسم بن سکیں۔ اگر ان میں یہ بات نہیں تو وفات مسیح ؑ پر لیکچر دینا یا مونہہ سے

احمدیت زندہ باد کے نعرے

لگاتے رہنا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا کیونکہ کوئی روح بغیر جسم کے نہیں رہ سکتی اور کوئی جسم بغیر روح کے مفید کام نہیں کر سکتا۔ جسم کی مثال ایک پیالے کی سی ہے اور روح کی مثال دودھ کی سی۔ جس طرح دودھ بغیر پیالہ کے زمین پر گر جاتا ہے۔ اسی طرح اگر اخلاق فاضلہ کا جسم تیار نہیں ہوگا تو تمہارے لیکچر اور تمہاری تمام تقریریں زمین پر گر کر مٹی میں دھنس جائیں گی۔ لیکن اگر اخلاق فاضلہ کا پیالہ تم ان کے دلوں میں رکھ دو گے تو پھر وعظ بھی نہیں فائدہ دے گا اور تقریریں بھی ان میں نیک تغیر پیدا کر دیں گی۔

انقطاع نبوت کے نقصانات

از جناب مولوی غلام رسول صاحب راجیکی

اگرچہ اجرائے نبوت کے جو فوائد ہیں ان کے اضداد بحکم تعرف الاشیاء باضدادھا انقطاع نبوت کے نقصانات کے معنوں میں سمجھے جا سکتے ہیں اور جس قدر فوائد مذکور ہوتے اتنے ہی نقصانات بطور تضاد ان کی ضد میں پائے جاتے ہیں۔ تاہم کچھ بطور مختصر ذیل کے نمبروں میں بھی پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) نبوت چونکہ انعام بلکہ اعلیٰ انعام ہے جس کی ضد آیت مغضوب علیہم ولا الضالین کے رو سے غضب الٰہی اور ضلالت ہے اس لئے انقطاع نبوت کے رو سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جو امت انعام نبوت سے محروم کی گئی وہ ہمیشہ ہی غضب الٰہی کی مورد بنی جیسے یہود یا ضلالت میں مبتلا ہوتی جیسے قوم نصاریٰ پس یہ نقصان سراسر انقطاع نبوت کا نتیجہ ہے۔

(۲) جب انعام سلطنت بھی انعام نبوت کی طرح قومی ہے تو یہ عجیب بات ہے کہ ہر ایک قوم حکومت اور سلطنت کے قومی انعام کو ضروری سمجھ کر اس کی خواہش تو کرتی ہے۔ کہ وہ ہمیں ملے لیکن انعام نبوت کی خواہش نہ کرنا یا اس سے انکار کرنا یہ دو نقصوں کے باعث ہے۔ ایک لاعلمی کا نقص دوسرے کورانہ تقلید اور فرقہ وارانہ تعصب۔ کیونکہ عقل سلیم اور علم صحیح کسی انعام کو قیامت تک ہر ایک قوم کے لئے نہ تسلیم نہیں کرنے دیتا۔ دوسرے اگر انعام جاری ہے تو یہود و نصاریٰ اور ہنود کی طرح محض کورانہ تقلید اور تعصب کے باعث انکار ہو سکتا ہے۔

(۳) آیت لم یکن ربک مہلک القریٰ بظلم و اہلہا غافلون۔ (انعام) رکوع ۱۵ سے ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ لوگوں کو ظلم سے ہلاک نہیں کرتا بحالیکہ لوگ خدا کی ہدایت اور حجت سے غافل اور بے خبر ہوں۔ اور دوسری طرف خدا کا قانون ہے کہ ما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ جس سے ظاہر ہے کہ قومی رنگ کا عذاب اور عام عذاب خدا کے رسولوں کے مبعوث ہونے سے مشروط ہے۔ اب دنیا میں ایسے ایسے عذاب جو پہلی قوموں میں آئے۔ وہ سب رونما ہو گئے بلکہ ان سے بھی بڑھ کر نئے عذاب آئے۔ اس صورت میں اگر یہ تسلیم کیا جائے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد نبوت کا سلسلہ منقطع ہے۔ تو پھر عذابوں کا آنا جو رسولوں کی بعثت سے تعلق رکھتا ہے۔ ان عذابوں کا کسی رسول کے مبعوث ہونے کے بغیر ظاہر کرنا خدا کی طرف ظلم کی نسبت کے لئے مجبور کرتا ہے جو خطرناک نقص ہے۔

شام چوراسی میں سالانہ جلسہ

جماعت احمدیہ شام چوراسی کا سالانہ جلسہ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲ مارچ ۱۹۴۱ء بروز جمعرات۔ جمعہ۔ ہفتہ کو منعقد ہوگا ضلع ہوشیارپور جالندھر و ریاست کپورتھلہ کے احمدی احباب سے گذارش ہے۔ کہ جلسہ میں بکثرت شامل ہوں ریلوے سٹیشن شام چوراسی سے قصبہ شام چوراسی ۳ میل پر ہے سواری کا انتظام خاطر خواہ ہے قیام و طعام کا انتظام انجمن کی طرف سے ہوگا خاکسار عبد الحکیم اسلم سکرٹری انجمن احمدیہ شام چوراسی ضلع ہوشیارپور

چندہ جلسہ سالانہ کی ادائیگی ضروری ہے

جیسا کہ احباب جماعت کو علم ہے جلسہ سالانہ کا چندہ اسی طرح لازمی اور ضروری ہے۔ جس طرح کہ چندہ عام اور حصہ آمد کا ادا کرنا ہر ایک احمدی پر فرض ہے۔ امسال جلسہ سالانہ کا بجٹ -/۲۵۵۰۰ روپیہ مقرر کیا گیا تھا مگر وصولی اس وقت تک صرف -/۱۹۶۴۷ کی ہوئی ہے۔ رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ بعض بڑی بڑی شہری جماعتوں کے اکثر احباب نے اس چندہ کی ادائیگی نہیں کی۔

لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ تمام احباب اور جماعت ہائے احمدیہ کی خدمت میں التماس کی جاتی ہے۔ کہ چونکہ جلسہ سالانہ کے فرض کی ادائیگی ضروری ہے۔ اپنے اپنے بقایے بہت جلد ادا کرنے کی کوشش کریں۔ (ناظر بیت المال)

صدقہ جاریہ

جناب قاضی عبد السلام صاحب بھٹی نیروبی (افریقہ) نے جو ان دنوں رخصت پر قادیان تشریف لائے ہوئے ہیں۔ دو لائبریریوں کے نام چھ چھ ماہ کے لئے اپنی گرہ سے چندہ ادا فرما کر الفضل جاری کرایا ہے۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء (منیجر الفضل)

دین کو دنیا پر مقدم کرو

سیدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔ "یاد رکھو! قربانی خواہ کیسی ہی ہو۔ جب تک انسان اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے سپرد نہ کردے۔ اور اس کی قربانی میں خلوص نہ پایا جائے۔ اس وقت تک کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس نہ صرف قربانیوں کی ضرورت ہے۔ بلکہ اس اخلاص کی ضرورت ہے جو قربانیوں کو نتیجہ خیز بناتا ہے۔"

تحریک جدید کی قربانیوں میں حصہ لینے والے احباب اپنے وعدوں کو اپنی خوشی سے ادا کریں۔ اور جلد سے جلد ادا کریں۔ اس کے نتیجہ میں ان کو زیادہ ثواب ملیگا۔ اور حضرت امام کی خوشنودی بھی حاصل ہوگی کیونکہ تحریک جدید کو روپیہ کی ضرورت ہے اور ۳۱ مئی کو قسط ادا کرنی ہے۔ پس وعدہ کرنے والے ۳۱ مئی تک ادا کریں۔ وہ لوگ جو آخر سال میں ادا کرنے کا خیال کئے بیٹھے ہیں۔ وہ سمجھ لیں کہ تجربہ بتا رہا ہے۔ کہ آخر سال میں ادا کرنے کا خیال رکھنے والے محروم رہ جاتے ہیں۔ اسلئے ان کو ابھی سے مناسب ماحول پیدا کرنا چاہیئے۔ ذیل میں بعض خطوط کا خلاصہ اس غرض سے دیا جا رہا ہے۔ تاکہ دوسرے احباب بھی اس کار خیر میں جلد سے جلد حصہ لیں۔

(۱) ڈاکٹر کیپٹن عطاء اللہ صاحب۔ آپکا وعدہ -/۳۸۰ روپے کا تھا۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے ایک رقم عطا فرما دی۔ آپ نے اس کے ملتے ہی یہ ضروری سمجھا کہ پہلے تحریک جدید کا وعدہ ادا کیا جائے۔ چنانچہ حضرت امیر المومنین کے حضور آپکا چیک پیش ہو چکا ہے۔

۲۔ ڈاکٹر عبدالحمید صاحب چغتائی نے معہ اہلیہ صاحبہ -/۳۰۰ روپے کا وعدہ کیا۔ آپ نے وعدہ سو فی صدی ادا کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ میں انشاء اللہ تعالےٰ دوران سال میں مزید رقم بھی ادا کرونگا اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے۔ آمین

۳۔ بابو محمد اسمٰعیل صاحب رسالپور آپ کا وعدہ سال ہفتم قسط وار ادا کرنے کا -/۴۷ روپے کا تھا۔ مگر آپ کو جب معلوم ہوا۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ ہر شخص سے چاہتے ہیں۔ کہ ۳۱ مئی تک ادا کریں۔ تو آپ نے یکمشت سالم رقم اپنے وعدہ کی ارسال فرمادی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔ قسط وار ادا کرنے والوں کو اگر وہ یکمشت چندہ ادا کر سکیں۔ تو ضرور یکمشت ادا کر دینا چاہیئے۔

۴۔ امۃ الرشید بیگم صاحبہ بنت مرزا محمد شفیع صاحب محاسب صدر انجمن احمدیہ۔ آپ نے گذشتہ سال تحریک جدید میں -/6 6/1 6/2 6/3 6/4 6/5 کا حصہ لے کر اُسے ادا کر دیا تھا۔ اور پھر سال ہفتم کے لئے آپ کا وعدہ -/۱۵ کا تھا یہ رقم بھی آپ نے حضور ایدہ اللہ تعالےٰ کے منشاء مبارک کے ماتحت ادا کر دی ہے۔ جزاہا اللہ احسن الجزاء۔ وہ احباب جنہوں نے دسمبر۔ جنوری اور فروری کی قسطیں ادا نہیں کیں۔ وہ مارچ کی قسط کے ساتھ گذشتہ قسطیں بھی ادا کریں۔ تا ان کو مئی تک ادا کرنے میں سہولت ہو۔

۵۔ بابو سراج الدین صاحب ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر محلہ دارالفضل۔ آپ کو جب یہ علم ہوا۔ کہ تحریک جدید میں "سابقون" کا ایک گروہ وہ ہے۔ جو ہر سال پہلے سال سے اضافہ کرتا چلا جا رہا ہے۔ تو آپ نے اس گروہ میں آنے کے لئے اپنے گذشتہ سالوں میں -/۱۹۹ کا اضافہ کیا۔ اور کہا کہ میں -/50 روپے سالانہ چندے کے ساتھ دیتا رہوں گا۔ چنانچہ سال ہشتم میں -/275 + -/50 ادا کئے۔ اور ساتویں سال کا وعدہ معہ اپنی لڑکی آمنہ بیگم کے وعدے کے -/277 تھا اور -/49 روپے اضافہ والے ملا کر -/326 داخل کئے۔ حالانکہ جب آپ کے پاس روپیہ آیا۔ اس وقت آپ کو ایک ذاتی ضرورت بھی تھی۔ مگر آپ نے اخبار "الفضل" کا نوٹ پڑھ کر اپنی لڑکی سے مشورہ کیا۔ تو انہوں نے کہا۔ ابّا جان! تحریک جدید کی ضرورت اہم اور مقدم ہے اس لئے وہ رقم ابھی ادا کر دیں۔ اور ذاتی ضرورت کیلئے قرض کا انتظام کر لیا جائیگا۔ تحریک جدید کا وعدہ کرنے والے احباب کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیئے۔ اور انہیں اپنی ذاتی ضروریات پر سلسلہ کی ضروریات کو مقدم رکھنا چاہیئے۔ کیونکہ سلسلہ کی ضروریات کی ذمہ واری دوسرے نمبر پر نہیں۔ بلکہ پہلے نمبر پر ہے۔ اور ہر احمدی کا عہد اپنے امام کے ہاتھ پر یہ ہے۔ کہ "میں دین کو دنیا پر مقدم کرونگا۔" پس اس عہد کے پیش نظر ہر وعدہ کرنیوالے کو کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ اس کا وعدہ ۳۱ مئی تک سو فیصدی پورا ہو جائے۔ یا کم سے کم اس کا بڑا حصہ ادا ہو جائے۔ اللہ تعالےٰ توفیق عطا کرے آمین۔

فنانشل سیکرٹری تحریک جدید

جماعت ہائے احمدیہ کی اطلاع کیلئے ضروری اعلان

جملہ جماعت ہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے۔ کہ سب کے پاس اکیسویں مجلس مشاورت کا ایجنڈا بھجوایا جا چکا ہے۔ اگر کسی جماعت کے پاس نہ پہنچا ہو۔ تو اطلاع ملنے پر دوبارہ بھجوا دیا جائیگا۔ نیز لجنات اماء اللہ کی خدمت میں بھی ایجنڈا بھیجا جا چکا ہے۔ براہ کرم بعد مشورہ اپنی رائے سے خاکسار کو تحریراً مطلع فرمائیں۔ تاکہ مشورہ کے وقت ان کی آراء کو مدنظر رکھا جائے۔

پرائیویٹ سیکرٹری

مرکزی چندوں میں سے کسی کو خرچ کرنیکی اجازت نہیں

نظارت بیت المال کی طرف سے احباب کو متعدد بار توجہ دلائی جا چکی ہے۔ کہ کسی جماعت یا فرد کو حق حاصل نہیں۔ کہ از خود مرکزی چندوں کی کسی رقم کو روکے۔ یا اس میں سے بلا اجازت نظارت ہذا خرچ کرے۔ مگر افسوس ہے۔ کہ باوجود اس کے پھر بھی بعض دوست مرکزی روپیہ کو دوسرے مصارف میں لے آتے ہیں۔ ایسی بے قاعدگیوں کی رپورٹ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے حضور کئے جانے پر حضور نے ارشاد فرمایا۔ کہ:۔

"کسی جماعت کو مرکزی چندہ خرچ کرنا بلا منظوری کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ کام کر کے بعد میں منظوری لینا۔ نہ صرف خلاف قانون ہے۔ بلکہ خلاف عقل بھی۔ کیونکہ اس طرح نظام بالکل درہم برہم ہو جاتا ہے۔ اگر اس قسم کی اجازت کسی جماعت کو دی جائے۔ تو یقیناً یہ مرض دوسری جماعتوں میں پھیل جائیگا۔ اور مرکزی کاموں کو سخت نقصان پہنچیگا۔

پس اخبارات کے ذریعہ اعلان کر دیا جائے۔ کہ کسی جماعت کو مرکزی فنڈ خرچ کرنے کی خواہ با امید منظوری کیوں نہ ہو اجازت نہیں ہے۔ اگر کوئی انجمن آئندہ ایسا کریگی۔ تو اس کے عہدہ داروں کو الگ کیا جائے گا۔ اور اس انجمن کو جبتک وہ اپنی غلطی کی اصلاح نہ کرے۔ تسلیم نہیں کیا جائے گا۔"

ناظر بیت المال

مجالس خدام الاحمدیہ کو اطلاع

متعدد اعلانات کے ذریعہ تمام قائدین و زعمائے کرام مجالس خدام الاحمدیہ بیرونی کو اطلاع دی گئی تھی۔ کہ آئندہ سال کے لئے اراکین مجالس سے ماہانہ چندہ کے وعدے حاصل کر کے شعبہ ہذا کو اطلاع بخشیں۔ مگر افسوس کہ اکثر مجالس نے اسکی طرف توجہ نہیں کی۔ اسلئے معروض ہوں کہ از راہِ کرم جلد ہی مطلوبہ فہرستیں حسب ذیل تفصیل کے ساتھ ارسال فرمائیں۔ ۱۔ کل تعداد اراکین۔ ۲۔ نام وعدہ کنندہ۔ ۳۔ وعدہ چندہ۔ جو خدام کسی وجہ سے چندہ نہ دے سکتے ہوں۔ انکی فہرست بھی ارسال فرمادیں۔ جن مجالس نے ماہانہ چندہ کے وعدے ارسال کئے ہیں۔ مگر مطلوبہ تفصیل کیساتھ فہرستیں ارسال نہیں کیں۔ ان کو بھی چاہیئے۔ کہ باقاعدہ فہرستیں مرتب کر کے ارسال فرمائیں۔

(ملک عطاء الرحمٰن مہتمم مال مجالس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

وصیتیں

نوٹ :۔ وصایا منظوری سے قبل اس لئے شائع کی جاتی ہیں۔ تاکہ اگر کسی کو کوئی اعتراض ہو تو دفتر کو اطلاع کردے (سکرٹری مقبرہ بہشتی)

نمبر ۵۸۰۷ :۔ منکہ شیخ مشتاق حسین ولد شیخ عمر بخش صاحب قوم قانونگو پیشہ ٹھیکہ داری عمر ۶۳ سال تاریخ بیعت غالباً ۱۹۰۱ء ساکنہ گوجرانوالہ حال ۱۲ ٹمپل روڈ لاہور بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۲ ماہ تبلیغ ۱۳۲۰ ہش حسب ذیل وصیت کرتا ہوں

میری اس وقت کوئی جائداد نہیں ایک چھوٹا سا شکستہ مکان باقی تھا۔ جو میں نے -/۴۷۵ روپے میں فروخت کر دیا ہے۔ اور مبلغ سنتالیس روپے آٹھ آنہ دسواں حصہ اب ادا کر رہا ہوں۔ آئندہ اگر خدا کے فضل سے آمدنی کے کوئی سامان پیدا کئے۔ تو انشاء اللہ دسواں حصہ آمدنی کا صدر انجمن احمدیہ کو باقاعدہ ادا کرتا رہونگا اور اگر میرے مرنے کے بعد کوئی جائداد میری موجود ہوئی۔ تو اس کے دسویں حصہ کی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان حقدار ہوگی

العبد :۔ شیخ مشتاق حسین

گواہ شد :۔ محمد اسحٰق ۱۲ ٹمپل روڈ لاہور

گواہ شد :۔ بشیر احمد ایڈووکیٹ پسر موصی

نمبر ۵۷۳۸ :۔ منکہ محمد دین ولد نوردین قوم لوہار پیشہ لوہار عمر تیس سال پیدائشی احمدی ساکن شادی وال خورد ڈاک خانہ شادی وال کلاں ضلع گجرات بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۷ حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری اس وقت جائداد منقولہ و غیر منقولہ حسب ذیل ہے۔ چھ سو بیس روپیہ نقد و دو عدد مکان خام جن کی قیمت اندازاً مبلغ چار صد روپیہ ہے۔ ایک عدد کنٹھہ طلائی وزنی چار تولہ قیمتی اندازاً یکصد چالیس روپیہ دو عدد کانٹے طلائی ایک تولہ قیمتی صد روپیہ دو عدد کچول طلائی وزنی ایک تولہ قیمتی اندازاً صد روپے ایک عدد والی طلائی وزنی ایک تولہ قیمتی اندازاً صد روپے ایک عدد تکہ طلائی وزنی چھ ماشہ قیمتی اندازاً ساڑھے سترہ روپے اور آٹھ عدد چوڑیاں نقرئی ایک عدد ہسیرا نقرئی اور دو عدد توڑے نقرئی ان تمام چاندی کے زیوروں کا وزن مجموعی اندازاً ساٹھ تولہ اور قیمت مبلغ -/۴۰ کل میزان مبلغ -/۱۳۲۰ روپے بنتی ہے جس کے تیسرے حصہ کی وصیت یعنی -/۴۴۰ روپے کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان دفتر بہشتی مقبرہ قادیان کرتا ہوں اس کے علاوہ میری اور کوئی جائداد نہیں ہے۔ اور میں اپنی ماہوار آمدنی جو ہوا کرے گی۔ اس کے دسویں حصہ کی وصیت صدر انجمن احمدیہ قادیان میں کرتا ہوں۔ میری وفات کے بعد اگر کوئی اور جائداد ثابت ہو تو اس کے ۱/۳ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

العبد :۔ محمد دین ولد نوردین

الراقم :۔ محمد شفیع ولد عمر دین

گواہ شد :۔ احمد خاں موصی

گواہ شد :۔ مولوی عمر دین بقلم خود

نمبر ۵۸۹۹ :۔ منکہ امۃ الحبیب بنت مظفر حسین صاحب قوم شیخ انصاری ساکن کیرانہ ضلع مظفر نگر بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱/۲۰ ۱۹۲۱ حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میری جائداد منقولہ اس وقت بصورت زیور ڈھائی سو روپیہ کے قریب ہے۔ اس میں سے دسویں حصہ کی وصیت بنام صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ کہ میری وفات کے بعد صدر انجمن مذکور اس کے دسویں حصہ کی مالک ہے اور اس جائداد کے سوا اگر کوئی اور جائداد منقولہ یا غیر منقولہ میرے مرنے کے بعد میری ثابت ہو تو اس کے دسویں حصہ پر بھی انجمن مذکور کو قبضہ کرنے کا اختیار ہوگا۔

العبد :۔ امۃ الحبیب بقلم خود

گواہ شد :۔ احمد حسین فرید آبادی بقلم خود

گواہ شد :۔ پیر منظور محمد بقلم خود

نمبر ۵۸۱۹ :۔ منکہ بشریٰ ممتاز بیگم زوجہ اخوند اقبال محمد خان صاحب قوم پٹھان عمر ۱۹ سال پیدائشی احمدی ساکن مظفر گڑھ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۷ ماہ تبلیغ ۱۳۲۰ ہش حسب ذیل وصیت کرتی ہوں

میری جائداد اس وقت حسب ذیل ہے۔

زیورات قیمتی تخمیناً -/۱۲۰ روپے ہے۔ حق مہر ایک ہزار روپیہ ہے۔ جو ابھی خاوند کے ذمہ واجب الادا رہے اس کے علاوہ اس وقت میری اور کوئی جائداد نہیں۔ کل -/۱۱۲۰ روپیہ ہیں۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتی ہوں۔ نیز اگر میرے مرنے کے بعد اس کے علاوہ کوئی جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا جائداد داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کردوں تو وہ رقم یا جائداد حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔

العبد :۔ بشریٰ ممتاز بیگم

گواہ شد :۔ اخوند اقبال محمد خان احمدی خاوند موصیہ گورنمنٹ انڈسٹریل سکول مظفر گڑھ

گواہ شد :۔ خاکسار۔ محمد اکبر عفی اللہ عنہ ریٹائرڈ۔ ایچ وی سی والد موصیہ

نمبر ۵۸۱۸ :۔ منکہ سلطان بیگم زوجہ حکیم سید عبد الغنی صاحب قوم قریشی عمر تقریباً ۳۵ سال ۲۸ سال سے ساکن دار الفضل بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۳/۶ ۱۳۲۰ ہش حسب ذیل وصیت کرتی ہوں میرا مہر تین صد روپیہ مجھے وصول ہو چکا ہے جس میں سے ڈیڑھ صد روپیہ میں نے مسجد برلن کے لئے چندہ دے دیا تھا۔ بقیہ مبلغ ڈیڑھ صد روپیہ کے دسویں حصہ کی میں بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان وصیت کرتی ہوں اگر اس کے بعد میری کوئی جائداد بنی تو میں اس کے ۱/۱۰ حصہ کی بھی وصیت کرتی ہوں۔ اس وقت میری کوئی جائداد نہیں ہے۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم داخل خزانہ کرکے رسید حاصل کردوں تو اس کو منہا سمجھا جائے گا۔ میرے پاس زیور کوئی نہیں۔

العبد :۔ سلطان بیگم

گواہ شد :۔ ملک صلاح الدین پرائیویٹ سکرٹری حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ

گواہ شد :۔ محمد احمد ثاقب کارکن دفتر بیت المال۔

نمبر ۵۸۱۶ :۔ منکہ خورشید بیگم زوجہ چوہدری ابو الخیر سعید احمد صاحب قوم جٹ کاہلواں عمر ۲۱ سال پیدائشی احمدی ساکن ستیاری ڈاک خانہ ٹنڈو آدم ضلع نواب شاہ سندھ بقائمی ہوش و حواس بلاجبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۳ ماہ تبلیغ ۱۳۲۰ ہش حسب ذیل وصیت کرتی ہوں،

میری وفات کے وقت جس قدر میری جائداد ثابت ہو۔ اس کے ۱/۱۰ حصہ کی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اگر میں اپنی زندگی میں کوئی رقم یا کوئی جائداد خزانہ صدر انجمن احمدیہ میں بمد وصیت داخل یا حوالہ کرکے رسید حاصل کرلوں تو ایسی رقم یا ایسی جائداد کی قیمت حصہ وصیت کردہ سے منہا کردی جائے گی۔ میری موجودہ جائداد حسب ذیل ہے (۱) نکلس طلائی وزنی ۳ تولہ (۲) چوڑیاں طلائی چار عدد ۴ تولہ (۳) انگوٹھیاں طلائی چار عدد ۲ تولہ (۴) کانٹے طلائی چار عدد ۱ تولہ کل وزن ۱۰ تولہ قیمتی چار صد روپیہ (۵) مہر ایک ہزار روپیہ۔ جو میرے خاوند کے ذمہ واجب الادا ہے۔ لہٰذا یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کردی ہے کہ سند رہے

الامتہ :۔ خورشید بیگم

گواہ شد :۔ چوہدری فیض احمد انسپکٹر بیت المال

گواہ شد :۔ (چوہدری) ابو الخیر سعید احمد بقلم خود

دعائے مغفرت

(۱) خاکسار کی اہلیہ سماۃ محمودہ بیگم صاحبہ ۵ مارچ ۱۹۴۱ء کو بقضائے الٰہی فوت ہو گئی ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ خاکسار رونق حسین خان

۲۔ خاکسار کی والدہ ماجدہ سماۃ زینب بی بی صاحبہ مورخہ ۱۲ ؍ ۲ ؍ ۴۱ء بروز سوموار وفات پا گئی ہیں۔ احباب دعائے مغفرت کریں۔ خاکسار میر فیض اللہ خاں جھبوراں والی ضلع گجرات

سیرت المہدی ہر سہ حصہ

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی مرتب کردہ روایات از صحابۂ حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ جو تین حصوں میں شائع ہو چکی ہیں۔

قیمت ہر سہ حصہ تین روپے

مینجر بکڈپو تالیف اشاعت قادیان

محترمہ بیگم صاحبہ نواب محمد علی خان صاحب آف مالیرکوٹلہ کا ارشادِ گرامی ملاحظہ ہو

آپ کی فلیسرین کریم میں نے ایک عزیز کو منگا کر دی تھی جنکا چہرہ مہاسوں (کیلوں) کی کثرت سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا چیچک نکلی ہوئی ہے۔ اور اس قسم کے ہٹیل مہاسے تھے۔ کہ کوئی علاج کارگر نہ ہوتا تھا۔ مہاسوں کے انجکشن بھی کروا چکی تھیں۔ مگر میں خوشی سے اب یہ لکھنے کے قابل ہوں کہ خدا کے فضل سے فلیسرین کریم نے یہ اثر دکھایا۔ کہ ان کا چہرہ مہاسوں سے پاک ہے۔ اور داغ بالکل معدوم ہو چکے ہیں۔ بلکہ رنگ بھی پیشتر سے نکھر آیا ہے۔ اب بھی وہ اس خوف سے کہ دوبارہ پھنسیوں کا دورہ نہ ہو جائے۔ اسے برابر استعمال کئے جاتی ہیں۔ اور آپ کی وہ ممنون ہیں۔

فلیسرین کریم بلاشبہ کیلوں۔ چھائیوں۔ بدنما داغوں۔ الغرض چہرہ اور جلد کی بیماریوں کیلئے اکسیر ہے۔ خوبصورت بناتی ہے۔ خوشبودار ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ محصول ڈاک بذمہ خریدار۔ ہر جگہ بکتی ہے اپنے شہر کے جنرل مرچنٹس اور انگریزی دوا فروشوں سے خریدیں۔

دی۔ پی منگوانے کا پتہ:۔ فلیسرین فارمیسی مکتسر پنجاب

موجودہ زمانہ میں کوئی جماعت اپنے پریس کی مضبوطی کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور یہ بھی ظاہر ہے۔ کہ کوئی پریس اس وقت تک مضبوط نہیں ہو سکتا ہے جب تک تمام افراد اپنے فرض سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش نہ کریں۔

"الفضل" جماعت احمدیہ کا واحد روزانہ آرگن ہے۔ مگر اس وقت سخت مالی مشکلات میں سے گذر رہا ہے۔ ان حالات میں ہر احمدی دوست کا فرض ہے۔ کہ اس کی اشاعت بڑھانے کے لئے کوشش کرے۔ احباب اگر اس بارے میں کماحقہ سعی فرمائیں گے۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں وہ دیکھیں گے۔ کہ ان کی یہ کوشش "الفضل" کی ظاہری و معنوی ترقی کے لئے کس قدر ممد ثابت ہوتی ہے۔

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز جلسہ سالانہ کے موقعہ پر احباب کو "الفضل" کی خریداری بڑھانے کی طرف توجہ دلا چکے ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں۔ کہ حضور کے ارشاد کی تعمیل میں ہر احمدی دوست انفرادی رنگ میں اور ہر جماعت جماعتی طور پر "الفضل" کی توسیع اشاعت کے کام میں حصہ لے گی۔

مینجر

نارتھ ویسٹرن ریلوے

پچیس ۲۵ ٹکٹ کلکٹروں اور پینتیس ۳۵ ٹرین کلرکوں گریڈ ۳۰-۵-۵۰-۲/۵-۶۰ کی اسامیوں کیلئے درخواستیں مطلوب ہیں۔ عمر ۱۷ ½ سترہ اکو اٹھارہ سے پچیس ۲۵ سال کے درمیان ہونی چاہیئے۔ تعلیمی اوصاف میٹرکولیشن سیکنڈ ڈویژن۔ جونیئر کیمبرج یا اس کے مترادف کوئی امتحان ہے۔ درخواستیں ڈویژنل دفاتر میں زیادہ سے زیادہ ۲۶ مارچ ۱۹۴۱ء تک پہنچ جانی چاہئیں۔ تفصیلات جنرل منیجر نارتھ ویسٹرن ریلوے لاہور کے نام ایک ایسا لفافہ آنے پر جس پر ٹکٹ چسپاں ہو اور ارسال کنندہ کا ایڈریس لکھا ہوا ہو مہیا کی جا سکتی ہیں۔ لفافہ کے بائیں بالائی کونہ پر یہ الفاظ لکھنے چاہئیں۔

"Vacancies for ticket collectors and Train-Clerks"

جنرل منیجر

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

لاہور ۱۱ مارچ - سر سکندر حیات خان نے اسمبلی میں پاکستان سکیم کے متعلق اپنی پوزیشن واضح کرتے ہوئے کہا کہ میں اس اصطلاح کے خلاف ہوں - دوسری قومیں بھی اسے پسند نہیں کرتیں لیکن میں ہندوستان کی صوبائی تقسیم کا زبردست مؤید ہوں - اور چاہتا ہوں - کہ ہر صوبہ مکمل طور پر آزاد ہو - اور مرکز کے سپرد صرف کرنسی اور رسل و رسائل کے امور ہوں - اسے صوبائی آزادی میں مداخلت کا کوئی حق نہیں۔

ٹوکیو ۱۱ مارچ - جاپان کے نیم سرکاری اخبار نے لکھا ہے - کہ برطانیہ کی امداد کا قانون پاس کر کے امریکہ نے اپنے آپ کو فریق جنگ ثابت کر دیا ہے اور یہ پالیسی اس کے لئے خطرناک ہوگی - جرمنی اور اٹلی اگر امریکہ کے خلاف اقدام کریں - تو وہ حق بجانب ہونگے

وشی ۱۱ مارچ - آزاد فرانس کے نائب وزیر اعظم ایڈمیرل دارلان نے اعلان کیا ہے کہ فرانس میں لوگ بھوکے مر رہے ہیں - امریکہ سے سامان خوردنوش یہاں بھیجا جا رہا ہے - یہ سامان لانے والے جہازوں کو اگر برطانیہ نے روکا تو ہمارا بحری بیڑہ ان کی حفاظت کے لئے میدان میں آ جائے گا - اور نتائج کی ذمہ داری برطانیہ پر ہوگی - جرمنی نے فرانس کو ۹۵ ہزار ٹن اناج دیا ہے - اور اس نے فرانس پر بہت احسان کیا ہے - بوقت ضرورت فرانسیسی بیڑے کو حرکت میں لانے کے بارہ میں فرانس اور جرمنی میں سمجھوتہ ہو چکا ہے۔

لنڈن ۱۲ مارچ - سرکاری طور پر اعلان کیا گیا ہے - کہ آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی جو فوجیں کچھ عرصہ ہوا - کسی جگہ بھیجی گئی تھیں - وہ اپنا کام ختم کر کے مشرق وسطیٰ میں پہنچ گئی ہیں -

لنڈن ۱۲ مارچ - برطانی طیاروں نے کل رات جرمنی کی مشہور جہازی کیل پر شدید حملہ کیا - یہ ۳۴ واں حملہ تھا - اس جگہ جہاز سازی کے کارخانے ہیں - جنہیں کافی نقصان پہنچایا جا چکا ہے - دشمن کے طیاروں نے کل رات جنوبی کنارے کو پار کر کے انگلینڈ پر حملے کئے - جو نصف شب تک جاری رہے - اور بہت کم نقصان ہوا - پچھلے دنوں دشمن کی بم باری سے بکنگھم پیلس کو کچھ اور نقصان پہنچا ہے تین بم اس کے صحن میں پھٹے جہاں گارد تبدیل کی جاتی ہے۔

لنڈن ۱۲ مارچ - برطانیہ کی امداد کا بل پاس ہونے پر امریکن اور برطانی اخبارات نے لکھا ہے - کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ ٹھوس کام کرتا ہے خالی باتیں نہیں بناتا۔

لنڈن ۱۲ مارچ - یوگوسلاویہ کی سرکاری خبر رساں ایجنسی کا بیان ہے - کہ یہ افواہ بالکل غلط ہے کہ یوگوسلاویہ کے وزیر خارجہ کو جرمنی نے الٹی میٹم دے دیا ہے - ایسی تمام افواہیں بے بنیاد ہیں اور ایک خاص مقصد کے پیش نظر پھیلائی جا رہی ہیں، بلگریڈ کی خبروں سے پایا جاتا ہے کہ نازی بلغاری حکومت کو نئے سانچہ میں ڈھالنا چاہتے ہیں - تا جرمنی کے حامیوں کی تعداد زیادہ ہو جائے رومانیہ میں بھی جنرل انٹانسکو کی وزارت کو بدل کر دوسری قائم کرنا چاہتے ہیں

ٹوکیو ۱۲ مارچ - جاپانی اخبار لکھتے ہیں - کہ جاپان کے وزیر خارجہ غیر ممالک کے دورہ پر جا رہے ہیں اور امید ہے کہ وہ اپنے مقصد کو ہر دم سامنے رکھیں گے - اور ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھائیں گے۔

واشنگٹن ۱۲ مارچ - امریکہ اپنی حفاظت کے لئے جو سامان تیار کر رہا ہے - اس میں دو سو ایسے ٹینک بھی ہیں - جو خشکی پر بھی اور پانی میں بھی برابر چل سکتے ہیں - خشکی پر ۳۰ میل اور پانی میں دس میل فی گھنٹہ رفتار ہے ہر ایک میں ۶۴۳ مسلح سپاہی بیٹھ سکتے ہیں

دہلی ۱۲ مارچ - حکومت ہند نے فیصلہ کیا ہے کہ ہندوستان میں ۴۴ ہزار اطالوی قیدی رکھے جائیں گے - اس وقت بنگلور اور رام گڑھ میں دو کیمپ ہیں - تیسرا کیمپ اب بھوپال میں کھولا جائے گا۔

دہلی ۱۲ مارچ - فیڈرل کورٹ کے جج سر شاہ محمد سلیمان صاحب کی علالت ابھی نازک بیان کی جاتی ہے۔

کلکتہ ۱۲ مارچ - چیف پریذیڈنسی مجسٹریٹ نے مسٹر سبھاش چندر بوس کی تمام جائداد کو ضبط کر لینے کے احکام جاری کر دیئے ہیں

دہلی ۱۲ مارچ اگلے ماہ مدراس میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس ہوگا۔

دہلی ۱۲ مارچ - سوموار کو دہلی میں نریندر منڈل کا اجلاس ہونے والا ہے - اس میں پچاس والیان ریاست شریک ہونگے - امید کی جاتی ہے - کہ سر اکبر حیدری اس کی صدارت کریں گے

سکھر ۱۲ مارچ - ضلع نواب شاہ کے لوگوں نے جنگی فنڈ میں چار ہزار روپیہ دیا ہے

لنڈن ۱۲ مارچ - اٹلی کے سرکاری اعلان میں اس امر کو تسلیم کر لیا گیا ہے کہ انگریزی جہازوں نے روڈز کے ٹاپوؤں پر چھاپہ مارا - جس سے کافی نقصان ہوا - ٹریپولی پر بھی انگریزی جہازوں نے سخت بمباری کی۔

لنڈن ۱۲ مارچ - مراکو کے سلطان نے وشی گورنمنٹ سے کہا ہے کہ میں مراکو پر جرمنی اور اٹلی میں سے کسی کا تسلط برداشت نہیں کروں گا اور نہ اس امر کی اجازت دے سکتا ہوں کہ مراکو کے انتظام میں کوئی ردو بدل کیا جائے۔

لنڈن ۱۲ مارچ - گذشتہ ۷ ماہ میں انگریزی جہازوں نے ۲۵۰۴ جرمن اور ۷۰۰ اطالوی جہاز ٹھکانے لگا دیئے ہیں - اس عرصہ میں برطانیہ کے صرف ۸۰۰ جہاز کام آئے

ایتھنز ۱۲ مارچ - انگریزی جہازوں نے کل البانیہ کے وسطی علاقہ میں اطالوی جہازوں کے ایک دستہ کو گھیر لیا - اور ان پر حملہ کر کے پانچ کو نیچے گرا لیا - اور باقیوں کو شدید نقصان پہنچایا۔

لنڈن ۱۲ مارچ - برطانوی گورنمنٹ نے آسٹریلیا اور نیوزی لینڈ کی گورنمنٹوں کو ایک پیغام بھیجا ہے - جس میں ان کے فوجی دستوں کی بڑی تعریف کی ہے اور کہا ہے کہ انہوں نے برطانیہ کی حفاظت میں بڑا حصہ لیا ہے۔

دہلی ۱۲ مارچ - اندھرا یونیورسٹی کے وائس چانسلر مسٹر ریڈی نے آج ایک بیان دیتے ہوئے پاکستان سکیم کی بجائے ایک اور سکیم کا اعلان کیا اور دعویٰ کیا کہ اس سے ہندوستان کی سیاسی گتھی آسانی کے ساتھ سلجھ سکتی اور مسلمانوں کے کلچر کی بھی حفاظت ہو سکتی ہے

لاہور ۱۲ مارچ - پنجاب گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ جو لوگ فوج میں بھرتی ہو کر ملک کی خدمت کر چکے ہیں انہیں سرکاری ملازمت کے حصول میں خاص رعائتیں دی جائیں گی۔

لنڈن ۱۲ مارچ - ایک انگریزی ڈبکنی کشتی نے بحیرہ روم میں ایک اطالوی جہاز کو جو دس ہزار ٹن وزنی تھا غرق کر دیا - اس جہاز میں بہت سی اطالوی فوج سوار تھی - اب تک ایک لاکھ تیس ہزار اطالوی ہلاک ہو چکے ہیں۔

لنڈن ۱۲ مارچ لزبن کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ جرمنی اٹلی پر اب پوری طرح چھا چکا ہے - نیز ایک اور اطلاع مظہر ہے کہ اٹلی میں اب ایک ہوائی جہاز بھی تیار نہیں ہوتا کیونکہ وہاں کچھ

عبد الرحمن قادیانی پرنٹر و پبلشر نے ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھاپا اور قادیان سے ہی شائع کیا - ایڈیٹر غلام نبی